ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جولائی 2022ء - ذوالقعدۃ/ذوالحجہ 1443ھ (جلد 19 شمارہ 11)

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

جلد 19 شمارہ 11

جولائی 2022ء - ذوالقعدۃ/ ذوالحجہ 1443ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر

مفتی محمد رضوان

ناظم

مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ.......... 35روپے

سالانہ.......... 400روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچھڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال.......................قربانی، عبادت، یا رسم.................مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 28)...................اللہ کی رسی کو جمع ہو کر پکڑنے،

اور تفرُّق سے بچنے کا حکم..// // 5

درسِ حدیث .... برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط 9).... // // 16

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

حج اور قربانی کا فلسفہ..مولانا شعیب احمد 25

ماہِ ربیع الآخر: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.........مولانا طارق محمود 28

علم کے مینار: .... امت کے علماء وفقہاء (قسط 17).......مفتی غلام بلال 29

تذکرۂ اولیاء: ...عمر رضی اللہ عنہ کے اہلِ بیت سے تعلقات (دوسرا حصہ)..مولانا محمد ریحان 32

پیارے بچو!..........................کیسے وہ جیتا؟...........................// // 35

بزمِ خواتین ....امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (چوتھا حصہ)....مفتی طلحہ مدثر 37

آپ کے دینی مسائل کا حل..."عمل بالحدیث" کا حکم (قسط 17)...ادارہ 45

کیا آپ جانتے ہیں؟........ "بھینس" کی قربانی کا حکم........مفتی محمد رضوان 55

عبرت کدہ ... حضرت موسیٰ کی اپنے رب سے زیارت کی درخواست....مولانا طارق محمود 72

طب وصحت.............احادیث میں گوشت کا ذکر............حکیم مفتی محمد ناصر 75

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز.............................// // 79

اخبارِ عالم ...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........مولانا غلام بلال 80

ماہنامہ "التبلیغ" جلد نمبر 19 (1443ھ) کی اجمالی فہرست...........مولانا طارق محمود 82

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

قربانی، عبادت، یا رسم

الحمدللہ تعالیٰ عیدِ قرباں کی آمد آمد ہے، جس میں ان شاءاللہ تعالیٰ امسال بھی حسبِ سابق دنیا جہان کے بے شمار مسلمان، قربانی کے عمل کو انجام دیں گے۔

قربانی کا عمل خالصتاً ایک عبادت ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے چند جزئی چیزوں میں فرق کے ساتھ ہر امت کے لیے جاری رکھا ہے، اس امت کے لیے بھی اس عمل کو سنتِ ابراہیمی کے طور پر ایک مخصوص انداز میں مقرر فرمایا ہے، جس کا قرآن وسنت میں ذکر آیا ہے، اور فقہائے کرام نے اس کے تفصیلی احکام کا ذکر فرمایا ہے۔

لیکن کچھ عرصہ سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ بہت سے لوگوں نے قربانی کے عمل کو ایک رسمی ونمائشی چیز سمجھ کر، اور بعض نے صرف کھانے پینے کی پکنک کے طور پر اس عمل کو انجام دینا شروع کردیا ہے، جس کے نتیجہ میں قربانی کی اصل روح کمزور پڑ گئی ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ، نماز، روزے، اور زکاۃ جیسے اسلام کے اہم ارکان اور فرائض کو انجام دینے میں کوتاہی اور سستی کا شکار نظر آتے ہیں، وہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کے عمل کے لیے بڑے سرگرم دکھائی دیتے ہیں، اپنے اوپر زکاۃ کو فرض نہ سمجھنے والے، اور قرض کے سائے تلے دبے ہوئے ہونے کے دعویدار بھی عیدالاضحیٰ کے موقع پر لاکھوں روپیہ کی خطیر رقم خرچ کرکے قربانی کے عمل کو بہت بڑا فریضہ تصور کرکے اداء کرتے ہیں، جن لوگوں کو سال بھر، فرض نمازوں، بلکہ جمعۃُ المبارک کی نماز پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی، وہ بھی سنتِ ابراہیمی کو سعادتِ کبریٰ سمجھ کر سرانجام دینے میں مستعد دکھائی دیتے ہیں، اور جن لوگوں کو رمضان المبارک کے فرض روزے رکھنا انتہائی دشوار معلوم ہوتا ہے، وہ بھی عیدالاضحیٰ کے موقع پر کسی نہ کسی طرح تکلیف ومشقت برداشت کرکے قربانی کے عمل میں شریک ہونے کی جدوجہد کرتے ہیں۔

جو لوگ غریبوں کی اجرت، محنت مزدوری، یا دوسروں کا قرض ودَین اداء کرنے سے قاصر نظر آتے

ہیں، وہ بھی کئی کئی قربانی، بلکہ اپنے علاوہ، اپنے بیوی، بچوں، فوت شدہ والدین، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی نفلی قربانی کرنے کا بڑا اہتمام کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں، رات دن مہنگائی اور بے روزگاری کا رونا رونے والے، اوراپنے آپ کو غریب تصور کرنے والے لوگوں کی بڑی تعداد وہ ہے، جودل کھول کرخوبصورت، مہنگا جانور قربان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

اوراگرزکاۃ وصدقات کی طرح قربانی کے عمل کے لیے بھی سارا گوشت غریبوں اور مستحقین کو صدقہ کرنا لازم ٹھہرتا، اورخود کھانے کی اجازت نہ ہوتی، تو شاید قربانی کے عمل کوانجام دینا، ان لوگوں کو زکاۃ، اورقرض اداء کرنے کی طرح دشوار معلوم ہوتا، یا اگر قربانی کا عمل، روزے کی طرح خفیہ انداز میں انجام دینا شرط ہوتا، جس میں نمود ونمائش کا وجود نہ ہوتا، اوراس کی تصاویر بنانے، یوٹیوب پر کلپ بنا کرڈالنے اورگلی، محلّہ کے لوگوں کودکھانے اورنمائش کرتے پھرنے کی اس میں کوئی گنجائش نہ ملتی، توان لوگوں کی طرف سے قربانی کے عمل میں اس طرح کی سرگرمی دکھائی نہ دیتی۔

ہماری معروضات کا یہ مقصد ہرگزنہیں کہ قربانی کی عبادت کوترک کردیا جائے، بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ اسلام کے دوسرے ارکان اوراہم عبادات کے مقابلہ میں قربانی کے عمل کا یہ فرق کچھ دال میں کالا ہونے اورعبادت سے زیادہ رسمیت اورنمود ونمائش کے تصورکوظاہر کرتا ہے۔

جبکہ قرآن مجید، فرقانِ حمید میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر یہ اعلان فرمادیا ہے کہ:

”لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ“ (سورۃ الحج، رقم الآیۃ ۳۷)

ترجمہ: ہرگزنہیں پہنچتے اللہ کو، ان (قربانیوں) کے گوشت، اورنہ ان کے خون، اورلیکن پہنچتا ہے اس کو، تقویٰ تمہاری طرف سے (سورہ حج)

اب اگرکوئی سمجھتا ہے کہ وہ گوشت اورخون سے زیادہ تقویٰ واخلاص کوترجیح دیتا ہے، تواس کواپنے مندرجہ بالا، اوراس جیسے طرزہائے عمل کا جائزہ لینا چاہئے، اوردین کے احکام میں **”الأھم فالأھم“** کے قاعدہ کو بروئے کارلاتے ہوئے عمل کرنا چاہیے، ہرعمل کواس کے درجہ پر رکھنا چاہیے، اورنمود ونمائش سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط28، آیت نمبر102، 103)

مفتی محمد رضوان

اللہ کی رسی کو جمع ہو کر پکڑنے، اور تفرُّق سے بچنے کا حکم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (102) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (103) (سورة آل عمران، رقم الآيات 102، 103)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! ڈرو تم اللہ سے اس سے ڈرنے کے حق کے مطابق، اور ہرگز موت نہ آئے تم کو، مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو (102) اور مضبوط پکڑ لو تم سب مل کر اللہ کی رسی کو اور نہ تفرقہ بازی کرو، اور یاد کرو تم اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہوئی، جب تھے تم ایک دوسرے کے دشمن، پھر الفت پیدا کر دی اللہ نے تمہارے دلوں کے درمیان، پھر ہو گئے تم اس کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی، اور تھے تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر، پھر بچا لیا اللہ نے تم کو اس سے، اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں، تاکہ تم ہدایت حاصل کرو (103) (سورہ آلِ عمران)

تفسیر و تشریح

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ دو آیتوں میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اللہ سے اتنا ڈرنے کا حکم فرمایا ہے، جتنا کہ اللہ کا حق ہے، اور مرتے دَم تک اسلام کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔

اللہ سے جتنا ڈرنے کا حق ہے، اس کی ادائیگی کی تو شاید ہر انسان کو قدرت نہ ہو، البتہ بندوں کی سہولت کے لیے ڈرنے کا حق اس طرح اداء ہو جاتا ہے کہ ہر بندہ اپنی حسبِ حیثیت اللہ کے احکام کو پورا کرے، اللہ کی نافرمانیوں سے بچے، اور اللہ سے غافل نہ ہو۔

جیسا کہ مرۃ بن شراحیل سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ”اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ“قَالَ :أَنْ يُطَاعَ فَلَا يُعْصَى وَيُذْكَرَ فَلَا يُنْسَى (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۱۵۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (سورہ آلِ عمران میں) اللہ عزوجل کےقول ”اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ“ کے بارے میں فرمایا کہ اللہ کی اس طرح اطاعت کرے کہ نافرمانی نہ کرے، اور اللہ کو اس طرح یاد کرے کہ اس کو بھلائے نہیں (حاکم)

پھر مذکورہ آیت کے آخر میں مرتے دَم تک اسلام کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے، جس کی خلاف ورزی سراسر ناکامی ہے۔ چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ“، وَلَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّومِ قُطِرَتْ، لَأَمَرَّتْ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ عَيْشَهُمْ، فَكَيْفَ مَنْ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا الزَّقُّومُ (مسنداحمد، رقم الحدیث ۲۷۳۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ“

(یعنی ”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! ڈرو تم اللہ سے اس سے ڈرنے کے حق کے مطابق، اور ہرگز موت نہ آئے تم کو، مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو“)

اور اگر ”زقوم“ کا ایک قطرہ ٹپکا دیا جائے، تو زمین والوں پر ان کی زندگی کڑوی ہوجائے، پس اُن لوگوں کا کیا حال ہوگا، جن کو زقوم کے علاوہ کوئی کھانا میسر نہیں ہوگا (مسنداحمد)

مطلب یہ ہے کہ مرتے وقت تک اسلام کی قدر کرو، اور اسی پر موت واقع ہونے کا اہتمام اور اسباب اختیار کرو، ورنہ اس سے محرومی کی صورت میں جہنم کے اندر ”زقوم“ کے عذاب کا سامنا ہوگا۔

مذکورہ حدیث سے جہنمیوں کے مخصوص کھانے ”زقوم“ کی حقیقت معلوم ہوگئی۔

آج کل بعض لوگ دنیا میں پائے جانے والے ''اسٹابری'' نام کے پھل کو''زقوم'' قرار دیتے ہیں، جوکہ درست نہیں، کیونکہ اس پر حدیث میں مذکورہ حقیقت منطبق نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ " :عَلَّمَنا خُطْبَةَ الْحَاجَةِ :الْحَمْدُ لِلَّهِ، نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا ، مَنْ يَهْدِهِ اللهُ، فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ، فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ يَقْرَأُ ثَلَاثَ آيَاتٍ :''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ''،''يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا''،''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا''ثُمَّ تَذْكُرُ حَاجَتَكَ (مسنداحمد، رقم الحديث ۳۷۲۰)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبۂ حاجت (یعنی کسی ضرورت وحاجت کے وقت کا خطبہ) اس طرح سکھایا (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ہم اپنے نفس کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا ،اور جسے وہ گمراہ کرے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد، اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر مندرجہ ذیل تین آیات پڑھے:

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ''

''يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ

وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللہَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا“

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللہَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا“

اس کے بعد اپنی ضرورت (نکاح وغیرہ، جو بھی ہو) کا ذکر کر کے دعاء مانگے (مسند احمد)

پھر اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی اگلی آیت میں اللہ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے پکڑنے اور آپس کے تفرقہ سے منع فرمایا۔ اللہ کی رسی سے قرآن مجید مراد ہے۔

چنانچہ یزید بن حیان سے روایت ہے کہ:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ :دَخَلْنَا عَلَيْهِ فَقُلْنَا لَهُ :لَقَدْ رَأَيْتَ خَيْرًا صَحِبْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ فَقَالَ :نَعَمْ وَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَقَالَ " :إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ كِتَابَ اللَّهِ هُوَ حَبْلُ اللَّهِ مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ تركه كان على الضلالة(صحيح ابن حبان، رقم الحديث ١٢٣)

ترجمہ: ہم زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان سے عرض کیا کہ بے شک آپ نے خیر کو دیکھا ہے، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے، اور آپ نے رسول اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز پڑھی ہے، تو حضرت زید بن ارقم نے فرمایا کہ جی ہاں! اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں تم میں اللہ کی کتاب کو چھوڑ رہا ہوں، جو کہ اللہ کی رسی ہے، جس نے اس کی اتباع کی، وہ ہدایت پر ہوگا، اور جس نے اس کو ترک کر دیا، تو وہ گمراہی پر ہوگا (صحیح ابنِ حبان)

اور حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ:

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ " :إِنَّ هَذَا الصِّرَاطَ مُحْتَضَرٌ، تَحْضُرُهُ الشَّيَاطِينُ يُنَادُونَ : يَا عَبَادَ اللَّهِ، هَذَا الطَّرِيقُ فَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ، فَإِنَّ حَبْلَ اللَّهِ الْقُرْآنُ "(سنن الدارمي، رقم الحديث ٣٣٦٠)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک یہ (دین کا) راستہ

حاضر ہونے والا ہے، جس پر شیاطین حاضر ہوکر پکارتے ہیں کہ اے اللہ کے بندو! یہ راستہ ہے(یعنی وہ غیر دین کے راستہ کی طرف دعوت دیتے ہیں) لہٰذا تم (شیاطین کی گمراہی سے بچنے کے لیے) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو، پس بے شک اللہ کی رسی قرآن ہے(سنن الدارمی)

معلوم ہوا کہ اللہ کی وہ رسی، جس کو پکڑنے سے اتحاد وواتفاق قائم رہتا ہے، اور شیاطین کے بہکاوے سے بھی حفاظت حاصل ہوتی ہے، قرآن مجید ہے۔

اور بعض حضرات نے جواللہ کی رسی سے کتابُ اللہ وسنتِ رسول اللہ وغیرہ کا مراد ہونا بیان فرمایا ہے، یہ بھی اس کے مخالف نہیں، کیونکہ احادیث وسنت بھی اصولی طور پر کتابُ اللہ کی توضیح وتفسیر پر مشتمل ہیں۔ بہر حال تمام مسلمانوں کو اللہ کی رسی ،یعنی قرآن وسنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم ہے،جس کی برکت سے تفرقہ بازی ختم ہوتی ہے،اور مسلمانوں کے مابین اتفاق واتحاد قائم ہوتا ہے۔

تفرقہ بازی سخت گناہ اور نقصان کا باعث ہے،اسی وجہ سے قرآن وسنت میں اتحاد واتفاق کا حکم دیا گیا ہے،اور تفرقہ بازی کی ممانعت کی گئی ہے۔

سورہ آلِ عمران میں آگے یہ آیت آتی ہے کہ:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَأُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورة آل عمران،آیت ۱۰۵)

ترجمہ: اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے تفرقہ پیدا کیا، اور اختلاف کیا،اپنے پاس روشن دلیلیں آجانے کے بعد بھی ،اور یہی لوگ ہیں،جن کے لئے بڑا عذاب ہے(سورہ آلِ عمران)

معلوم ہوا کہ آپس کا بے جا اختلاف اور تفرقہ بازی سخت گناہ ہے،جس پر عذابِ عظیم کی وعید اور دھمکی ہے۔

قرآن مجید کی سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ(سورة الانعام، رقم الآية ۱۵۳)

ترجمہ: اور بے شک یہ میرا راستہ ہے سیدھا، پس اتباع کرو تم اس کی، اور نہ اتباع کرو تم مختلف راستوں کی، پس وہ ہٹادے گا تم کو اس (صراطِ مستقیم کے) راستے سے، یہ وصیت کرتا ہے تم کو (اللہ) اس کی، تا کہ تم متقی بن جاؤ (سورہ انعام)

مذکورہ آیت میں اللہ نے تمام لوگوں کو ایک صراطِ مستقیم پر چلنے کا حکم فرمایا، اور مختلف راستوں پر چلنے سے منع فرمایا اور اس کا یہ نقصان بیان فرمایا کہ اس کے نتیجہ میں صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ انعام میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ. اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ (سورہ انعام، رقم الآیۃ ۱۵۹)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ بازی اختیار کی، اور وہ کئی گروہ بن گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، پھر (قیامت میں اللہ) ان کے کرتوتوں سے ان کو خبردار کردے گا (سورہ انعام)

معلوم ہوا کہ دین میں تفرقہ بازی اور گروہ بندی بری چیز ہے، جس سے رسول کا تعلق نہیں، اور اس کے بارے میں قیامت کے دن اللہ کی طرف سے مؤاخذہ ہوگا۔

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (سورۃ الانفال، رقم الآیۃ ۴۶)

ترجمہ: اور اطاعت کرو تم اللہ کی اور اس کے رسول کی، اور آپس میں نزاع نہ کرو، پس بزدل ہو جاؤ گے تم، اور چلی جائے گی تمہاری ہوا، اور صبر کرو تم، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (سورہ انفال)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر متفق وجمع ہونا چاہئے، اور اس سے ہٹ کر آپس میں تنازعہ نہیں کرنا چاہئے، جس کی وجہ سے بزدلی پیدا ہوتی ہے، اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہوا اکھڑ جاتی ہے، اور اس کا حل یہ بیان کیا کہ اگر ایک دوسرے کی باتیں ناگوار گزریں، تو

ان پر صبر سے کام لو، اور ایک دوسرے پر چڑھائی اور گمراہی کی بیان بازی نہ کرو، کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے، لہٰذا اللہ کی مدد ونصرت بھی انہیں کے ساتھ ہوگی۔

سورہ روم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا. كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (سورة الروم، رقم الآيات ۳۱،۳۲)

ترجمہ: رجوع کرتے ہوئے اُس (اللہ) کی طرف، اور ڈرو تم اس سے، اور قائم کرو تم نماز کو، اور نہ ہو جاؤ تم مشرکین میں سے، اُن میں سے جنہوں نے تفریق پیدا کی اپنے دین میں اور ہو گئے وہ کئی گروہ، ہر جماعت اس چیز کے ساتھ جو اس کے پاس ہے، خوش ہے (سورہ روم)

معلوم ہوا کہ دین میں تفرقہ بازی ڈالنا، مشرکوں کا طریقہ ہے، اس سے مسلمانوں کو بچنا چاہیے۔

سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (سورة الشورىٰ، رقم الآية ۱۳)

ترجمہ: جاری کیا اس (اللہ) نے تمہارے لیے، اس دین کو کہ وصیت کی اس کی نوح کو، جس کی وحی کی ہم نے آپ کی طرف، اور وہ کہ جس کی وصیت کی ہم نے ابراہیم، اور موسیٰ اور عیسیٰ کو، اس بات کی کہ قائم کرو تم دین کو، اور نہ تفرقہ ڈالو تم اس میں (سورہ شوریٰ)

معلوم ہوا کہ دین میں تفرقہ بازی اتنی بری چیز ہے کہ اس سے بچنے کی اللہ نے اپنے کئی جلیل القدر نبیوں کو وصیت کی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ يَرْضٰى لَكُمْ ثَلَاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا، فَيَرْضٰى لَكُمْ: أَنْ تَعْبُدُوْهُ، وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَأَنْ

تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ: قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ (مسلم،رقم الحدیث ۱۷۱۵"۱۰"کتاب الحدود)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند فرماتا ہے، اور تین چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے، پس تمہارے لئے اس چیز کو پسند فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور اللہ کی رسی کو مل کر مضبوط پکڑلو، اور تفرقہ بازی نہ کرو، اور تمہارے لئے قیل وقال (چہ می گوئیوں) کو ناپسند فرماتا ہے، اور کثرت سے سوال کرنے کو، اور مال ضائع کرنے کو ناپسند فرماتا ہے (مسلم)

دین کے اندر اپنی ذاتی آراء اور خواہش سے اختلاف وتفرقہ بازی ڈالنا اور اسی طرح ایک دوسرے سے تعصب وعناد کی وجہ سے اختلاف وتفرقہ بازی اختیار کرنا، سب اس میں داخل ہے۔

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیت کے اگلے حصہ میں اللہ نے صحابۂ کرام کے مابین زمانۂ جاہلیت سے چلی ہوئی گروہ بندی اور آپس کی عداوت کو ختم کرنے کو اپنی عظیم نعمت سے تعبیر فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، أَلَمْ آتِكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللهُ بِي، أَلَمْ آتِكُمْ مُتَفَرِّقِينَ فَجَمَعَكُمُ اللهُ بِي، أَلَمْ آتِكُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ اللهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ بِي ؟ "قَالُوا :بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ " :أَفَلَا تَقُولُونَ :جِئْتَنَا خَائِفًا فَآمَنَّاكَ، وَطَرِيدًا فَآوَيْنَاكَ، وَمَخْذُولًا فَنَصَرْنَاكَ؟ "فَقَالُوا :بَلْ لِلَّهِ الْمَنُّ بِهِ عَلَيْنَا، وَلِرَسُولِهِ(مسنداحمد، رقم الحدیث ۱۲۰۲۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انصار کے گروہ! کیا جب میں تمہارے پاس آیا، تو تم ضلالت (وگمراہی) میں مبتلا نہیں تھے، پس اللہ نے تم کو میرے ذریعے ہدایت عطاء فرمائی؟ کیا جب میں تمہارے پاس آیا، تو تم آپس میں تفرقہ بازی

کا شکار نہیں تھے، پس اللہ نے تم کو میرے ذریعے جمع فرمادیا؟ کیا جب میں تمہارے پاس آیا، تو تم ایک دوسرے کے دشمن نہیں تھے، پس اللہ نے میرے ذریعے تمہارے دلوں میں الفت پیدا فرمادی؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ بے شک اے اللہ کے رسول! یہ بات درست ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا پھر تم یہ نہیں کہتے کہ آپ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس خوف کی حالت میں آئے تھے، ہم نے آپ کو امن فراہم کیا، اور آپ کی قوم نے آپ کو نکال دیا تھا، ہم نے آپ کو ٹھکانہ فراہم کیا، اور آپ بے یارومددگار ہو چکے تھے، ہم نے آپ کی نصرت کی؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ بلکہ اللہ اور اس کے رسول کا ہمارے اوپر احسان ہے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام کو اللہ اور اس کے رسول نے آپس کی عداوت سے محفوظ فرمادیا، جس کی وجہ سے وہ جہنم کے کنارہ تک پہنچ چکے تھے، یہ اللہ اور اس کے رسول کا بہت بڑا احسان اور فضل وکرم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

قَالَ: مَنْ نَصَرَ قَوْمَهٗ عَلٰى غَيْرِ الْحَقِّ، فَهُوَ كَالْبَعِيْرِ الَّذِیْ رُدِّیَ، فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهٖ (سنن أبی داود، رقم الحديث ٥١١٧، كتاب الادب، باب فی العصبيه)

ترجمہ: جس شخص نے اپنی قوم کی ناحق مدد کی تو وہ اس اونٹ کی طرح ہے، جو کنویں میں گر پڑا، اب وہ اپنی دم سے کھینچ کر نکالا جائے گا (ابوداؤد)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصَّلَاةِ، وَالصِّيَامِ، وَالصَّدَقَةِ؟ قَالُوْا : بَلٰى قَالَ: إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ قَالَ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِیَ الْحَالِقَةُ (مسنداحمد، رقم الحديث ٢٧٥٠٨)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نماز، اور روزہ اور صدقہ سے افضل درجہ کی چیز کی خبر نہ دیدوں؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ بے شک! رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے درمیان صلح کرادینا (یہ عمل نماز، روزہ اور صدقہ

سے افضل ہے) اورلوگوں کے درمیان فساد پھیلانا (دین کو) مونڈنے والی (یعنی دین اورنیکیوں کا صفایا کرنے) چیز ہے (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ شَيْئًا أَفْضَلُ مِّنَ الصَّلَاةِ ، وَصَلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ، وَخُلُقٍ حَسَنٍ وَقَالَ لِيْ صَدَقَةٌ (الأحاديث المرفوعة من التاريخ الكبير للبخارى،رقم الحديث ٦٢ ،شعب الايمان، باب فى الإصلاح بين الناس إذا مرجوا وفسدت ذات بينهم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابنِ آدم کا کوئی عمل بھی نماز اورلوگوں کے درمیان (بغض وعداوت ختم کراکر) صلح کرانے اوراچھے اخلاق سے افضل نہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ یہ (انسان کی طرف سے) صدقہ (کا درجہ رکھتا) ہے (تاریخ کبیر للبخاری،شعب الایمان)

صدقہ کے فضائل اور بکرے کا صدقہ

شرعی صدقہ پر مُرتَّب ہونے والے عظیم فضائل وفوائد
صدقہ کی حقیقت ومفہوم اوراس کی مختلف صورتیں
شرعی صدقہ کے مقاصداور مقبول صدقہ کی شرائط
صدقہ میں بے جاقیوداور فضول پابندیوں کے نقصانات
بکرے کے مروّجہ صدقہ کا شرعی حکم اور بکرے کے صدقہ کرنے کی نیت کرلینے اور منت مان لینے کے بعد شرعی حکم
عبادتِ مالیہ سے متعلق شرعی وفقہی قواعدوضوابط

مصنّف
مفتی محمد رضوان

بسلسلہ:ارکانِ اسلام
اضافہ وتحقیق شدہ دوسرا ایڈیشن

زکاۃ کے فضائل واحکام

قرآن وسنت اوراسلامی فقہ کی روشنی میں زکاۃ کی فرضیت واہمیت
زکاۃ کے فضائل وفوائد،ترکِ زکاۃ کے نقصانات اوروعیدیں
زکاۃ کی اقسام،سونے چاندی،مالِ تجارت اورکرنسی کی زکاۃ
سائمہ جانوروں کی زکاۃ کے قدیم وجدید مفصل ومدلّل باحوالہ احکام
زکاۃ کے متعلق اہم امورومسائل پرعلمی وتحقیقی کلام

مصنِّف
مفتی محمد رضوان

بسلسلہ:اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام
اضافہ واصلاح شدہ چھٹا ایڈیشن

ذُوالحجہ اورقربانی کے فضائل واحکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے بارہویں مہینے یعنی''ماہِ ذی الحجہ'' سے متعلق فضائل ومسائل اور بدعات ومنکرات کو مفصّل ومدلّل اور سہل انداز میں جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، ماہِ ذی الحجہ خصوصاً عشرۂ ذی الحجہ،شبِ عید،عیدُ الاضحیٰ اورقربانی کے بارے میں قرآن وحدیث میں وارد ہونے والے فضائل ومسائل پرروشنی ڈالی گئی ہے،اورمعتبر کتبِ فقہ وفتاویٰ کے حوالہ جات بھی پیش کیے گئے ہیں،اسی کے ساتھ موجودہ دور میں ان چیزوں سے متعلق پائے جانے والے منکرات وبدعات کو بھی معتدل طریقہ پرپیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
اس طرح یہ رسالہ بحمداللہ تعالیٰ فضائل ومسائل،دلائل ورذائل کا مجموعہ بن گیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِمَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد4
علمی وتحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)...غیرُ اللہ کی نذرونیاز وذبح کا حکم
(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)...قبر پر ہاتھ اٹھاکردعاء کرنے کا حکم
(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم
(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد5
علمی وتحقیقی رسائل

(1)...پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)...مقدس اوراق کا حکم
(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)...خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد6
علمی وتحقیقی رسائل

(1)...مجالسِ ذکراوراجتماعی ذکر
(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد7
علمی وتحقیقی رسائل

متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام سے متعلق
13 علمی،فقہی وتحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد8
علمی وتحقیقی رسائل

(1)...اجتہادی اختلاف اورباہمی تعصب
(2)...تفرّد کی حقیقت

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد12
علمی وتحقیقی رسائل

(1)...احادیثِ ختمِ نبوت
(2)...شَفَاعَةُ النَّبِيِّ لِأَبَوَيِ النَّبِيِّ

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد15
علمی وتحقیقی رسائل

(1)...حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(2)...سابِّ رسول کی سزاء وتوبہ

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد16
علمی وتحقیقی رسائل

(1)...جمعہ کے لیے جلدی جانے کی فضیلت کا وقت
(2)...اذانِ جمعہ پر سعی کی تحقیق
(3)...بروزِ جمعہ،نمازِ جمعہ وظہر کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق
(4)...جمعہ میں اذنِ عام وحاکم کی تحقیق
(5)...تعددِ جمعہ واذنِ عام کی حقیقت

مصنّف
مفتی محمد رضوان

جلد17
علمی وتحقیقی رسائل

(1)...گاؤں میں جمعہ
(2)...عید کے دن مصافحہ ومعانقہ کا حکم
(3)...عید کے اہم مسائل
(4)...نمازِ عید،باجماعت اورتنہاء پڑھنے کا حکم

مصنّف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ:ادارہ غفران،چاہ سلطان،گلی نمبر17 راولپنڈی
فون:051-5507270

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط9)

علامہ ابنِ قیم کا دوسرا حوالہ

علامہ ابنِ قیم حنبلی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

أن الروح لها بالبدن خمسة أنواع من التعلق متغايرة الأحكام:

أحدها تعلقها به في بطن الأم جنينا.

الثاني تعلقها به بعد خروجه إلى وجه الأرض.

الثالث تعلقها به في حال النوم فلها به تعلق من وجه ومفارقة من وجه.

الرابع تعلقها به في البرزخ فإنها وإن فارقته وتجردت عنه فإنها لم تفارقه فراقا كليا بحيث لا يبقى لها التفات إليه البتة وقد ذكرنا في أول الجواب من الأحاديث والآثار ما يدل على ردها إليه وقت سلام المسلم وهذا الرد إعادة خاصة لا يوجب حياة البدن قبل يوم القيامة.

الخامس تعلقها به يوم بعث الأجساد وهو أكمل أنواع تعلقها بالبدن ولا نسبة لما قبله من أنواع التعلق إليه إذ تعلق لا يقبل البدن معه موتا ولا نوما ولا فسادا.

وأما قوله تعالى (الله يتوفى الأنفس حين موتها والتي لم تمت في منامها فيمسك التي قضى عليها الموت ويرسل الأخرى إلى أجل مسمى) فإمساكه سبحانه التي قضى عليها الموت لا ينافي ردها إلى جسدها الميت في وقت ما ردا عارضا لا يوجب له الحياة المعهودة

في الدنيا.

وإذا كـان النائم روحه في جسده وهو حي وحياته غير حياة المستيقظ فـإن الـنـوم شـقيـق الموت فهكذا الميت إذا أعيدت روحه إلى جسده كـانـت له حال متوسطة بين الحي وبين الميت الذى لم ترد روحه إلى بدنه كحال النائم المتوسطة بين الحي والميت فتأمل هذا يزيح عنك إشكالات كثيرة.

وأمـا أخبـار الـنبـى عـن رؤية الأنبيـاء ليلة أسرى به فقد زعم بعض أهل الـحـديث أن الذى رآه أشباحهم وأرواحهم قال فإنهم أحياء عند ربهم وقد رأى إبراهيم مسندا ظهره إلى البيت المعمور موسى قائما فى قبره يـصـلـى وقـد نـعـت الأنبياء لما رآهم نعت الأشباح فرأى موسى آدما ضـربـا طـوالا كـأنـه مـن رجـال شنوءة ورأى عيسى يقطر رأسه كأنما أخرج من ديماس ورأى إبراهيم فشبهه بنفسه.

ونـازعهم فى ذلک آخرون وقالوا هذه الرؤية إنما هى لأرواحهم دون أجسـادهـم والأجسـاد فـى الأرض قـطعا إنما تبعث يوم بعث الأجساد ولـم تبـعـث قبل ذلک إذ لو بعثت قبل ذلک لكانت قد انشقت عنها الأرض قبـل يـوم الـقيـامة كانت تذوق الموت عند نفخة الصور وهذه موتة ثالثة وهذا باطل قطعا.

ولـو كـانت قد بعثت الأجساد من القبور لم يعدهم الله إليها بل كانت فـى الـجـنة وقـد صـح عـن الـنبـى أن الله حرم الجنة على الأنبياء حتى يـدخـلهـا هـو وهـو أول من يستفتح باب الجنة وهو أول من تنشق عنه الأرض على الإطلاق لم تنشق عن أحد قبله.

ومعلوم بالضرورة أن جسده فى الأرض طرى مطرا وقد سأله الصحابة

كيف تعرض صلاتنا عليك وقد أرمت فقال إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء .

ولو لم يكن جسده فى ضريحه لما أجاب بهذا الجواب.

وقد صح عنه أن الله وكل بقبره ملائكة يبلغونه عن أمته السلام.

وصح عنه أنه خرج بين أبى بكر وعمر وقال هكذا نبعث.

هذا مع القطع بأن روحه الكريمة فى الرفيق الأعلى فى أعلى عليين مع أرواح الأنبياء .

وقد صح عنه أنه رأى موسى قائما يصلى فى قبره ليلة الاسراء ورآه فى السماء السادسة أو السابعة فالروح كانت هناك ولها اتصال بالبدن فى القبر وإشراف عليه وتعلق به بحيث يصلى فى قبره ويرد سلام من سلم عليه وهى فى الرفيق الأعلى.

ولا تنافى بين الأمرين فإن شأن الأرواح غير شأن الأبدان وأنت تجد الروحين المتماثلتين المتناسبتين فى غاية التجاور والقرب وان كان بينهما بعد المشرقين وتجد الروحين المتنافرتين المتاغضتين بينهما غاية البعد وإن كان جسداهما متجاورين متلاصقين.

وليس نزول الروح وصعودها وقربها وبعدها من جنس ما للبدن فإنها تصعد إلى ما فوق السموات ثم تهبط إلى الأرض ما بين قبضها ووضع الميت فى قبره وهو زمن يسير لا يصعد البدن وينزل فى مثله وكذلك صعودها وعودها إلى البدن فى النوم واليقظة، وقد مثلها بعضهم بالشمس وشعاعها فإنها فى السماء وشعاعها فى الأرض قال شيخنا وليس هذا مثلا مطابقا فإن نفس الشمس لا تنزل من السماء والشعاع الذى على الأرض ليس هو الشمس ولا صفتها بل هو عرض

حصل بسبب الشمس والجرم المقابل لها والروح نفسها تصعد وتنزل (الروح فی الکلام علی أرواح الأموات والأحیاء بالدلائل من الکتاب والسنۃ،ص۴۳،الیٰ ۴۵،فصل تلقین المیت فی قبرہ،المسألۃ السادسۃ وھی أن الروح ھل تعاد إلی المیت فی قبرہ وقت السؤال أم لا)

ترجمہ: روح کا بدن کے ساتھ تعلق، پانچ قسم کا ہوتا ہے، جو احکام میں ایک دوسرے سے مختلف ہے:

پہلا تعلق، روح کا بدن کے ساتھ ماں کے پیٹ میں ’’جنین‘‘ ہونے کی حالت میں ہوتا ہے۔

اور دوسرا تعلق، روح کا بدن کے ساتھ ماں کے پیٹ سے زمین پر آنے کے بعد ہوتا ہے۔

اور تیسرا تعلق، روح کا بدن کے ساتھ نیند کی حالت میں ہوتا ہے کہ نیند میں روح کا بدن کے ساتھ تعلق ایک جہت سے ہوتا ہے، اور دوسری جہت سے روح، بدن سے جدا ہوتی ہے۔

اور چوتھا تعلق، روح کا بدن کے ساتھ، برزخ میں ہوتا ہے کہ برزخ میں روح اگرچہ بدن سے جدا اور الگ ہوجاتی ہے (اور وہ سجین ،جہنم ،اور علیین ، جنت ،اور رفیقِ اعلیٰ تک پہنچادی جاتی ہے، آسمانوں پر بھی پہنچتی ہے) لیکن وہ (بدن سے) پوری طرح سے جدانہیں ہوتی کہ روح کا بدن سے کسی قسم کا تعلق ہی باقی نہ رہے (اس لیے بدن کو بھی راحت ، یا تکلیف کا احساس ہوتا ہے) اور ہم نے پہلے جواب میں اس طرح کی احادیث اور روایات ذکر کردی ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ روح کو بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے، جب کوئی مسلم، سلام کرتا ہے، اور یہ روح کا جسم کی طرف لوٹایا جانا ،خاص قسم کا لوٹایا جانا ہے، جو قیامت سے پہلے بدن کی حیات کو ثابت نہیں کرتا۔ [1]

[1] علامہ ابنِ قیم نے مذکورہ عبارت میں جو کچھ فرمایا، وہ نصوص کو پیشِ نظر رکھ کر جو سمجھا، اس کے مطابق فرمایا، اور جو بات سمجھ سے بالاتر تھی، اس کو خاص نوعیت سے تعبیر فرمادیا، اور بس۔ محمد رضوان۔

اور پانچواں تعلق، روح کا بدن کے ساتھ، اس (قیامت کے) دن ہوگا، جس دن تمام اجسام کو اٹھایا جائے گا، جو کہ روح کے بدن کے ساتھ تعلق کی تمام قسموں میں سب سے کامل تعلق ہوگا، اور اس سے پہلے جو روح کے بدن کے ساتھ تعلق کی اقسام ذکر کی گئیں، ان کے ساتھ اس کی نسبت نہیں ہوگی، کیونکہ وہ ایسا تعلق ہوگا کہ اس کے ساتھ بدن نہ تو موت کو قبول کرے گا، اور نہ نیند کو قبول کرے گا اور نہ خراب ہونے کو قبول کرے گا (کہ جس کے نتیجہ میں وہ فناء ہوجائے)

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے (سورہ زمر میں مذکور) اس ارشاد کا تعلق ہے کہ ’’**اللّٰـہ یتوفی الأنفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الأخری إلی أجل مسمی**‘‘ تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا اس نفس کو روک کر رکھنا، جس پر اس نفس کی موت کا فیصلہ ہوجائے، اس کے کسی وقت میت کے جسم کی طرف اس طرح لوٹانے کے مخالف نہیں، جو عارضی لوٹانا ہو، اور وہ ایسی حیات کو ثابت نہ کرتا ہو، جو دنیا میں معروف ہے۔

اور جب سونے والے کی روح، اس کے جسم کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے، اور وہ زندہ ہوتا ہے، لیکن اس کا زندہ ہونا بیدار شخص کی زندگی کی طرح نہیں ہوتا، اور نیند، موت کی بہن ہے، تو اسی طریقے سے میت کی روح کو بھی، جب اس کے جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے، تو اس کی حالت اس زندہ اور مُردہ کی حالت کے بین بین ہوتی ہے، جس کی روح کو اس کے بدن کی طرف لوٹایا نہیں جاتا، جیسا کہ سونے والے کی حالت بھی زندہ اور مُردہ کی حالت کے بین بین ہوتی ہے، اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے، جو تمہارے بہت سے شبہات کو دور کردے گی۔ [1]

اور جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسراء کی رات میں نبیوں کو دیکھنے کی خبر دینے کا تعلق ہے، تو بعض اہلُ الحدیث کا گمان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیائے

[1] معلوم ہوا کہ برزخ وقبر میں روح کا بدن کی طرف اعادہ، دنیا کی طرح کا نہیں ہوتا، وہ عالمِ برزخ اور عالمِ قبر کی شایانِ شان ہوتا ہے، اور اس حالت کو دنیا کی حالت پر قیاس کرنا درست نہیں۔ محمد رضوان۔

کرام کی شکل وشباہت (یعنی ان کی امثال) اوران کی ارواح کو دیکھا، کیونکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، اورابراہیم علیہ السلام کو **بیتُ المعمور** سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا، اورموسیٰ علیہ السلام کواپنی قبر میں کھڑے ہوکرنماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن نبیوں کی شکل وشباہت کو بیان کردیا، اورموسیٰ علیہ السلام کو لمبے قد وقامت، اور گندمی رنگ میں دیکھا، گویا کہ وہ قبیلۂ شنوء ۃ کے لوگوں میں سے ہیں، اورعیسیٰ علیہ السلام کواس حال میں دیکھا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، گویا کہ وہ پانی سے برآمد ہوئے ہوں، اورابراہیم علیہ السلام کواپنے مشابہ حالت میں دیکھا۔

لیکن دیگراہلِ علم حضرات نے مذکورہ **اھلُ الحدیث** حضرات سے اختلاف کیا ہے، اور انہوں نے فرمایا کہ یہ نبیوں کو دیکھنا، اُن کی ارواح کو جسم کے بغیر دیکھنا تھا، کیونکہ ان کے جسم تو یقینی طور پر زمین میں ہیں، جن کو قیامت کے دن جب سارے جسم اٹھائے جائیں گے، اس دن اٹھایا جائے گا، اوراس سے پہلے نہیں اٹھایا جائے گا، اس لیے کہ اگر اس سے پہلے اٹھایا جاتا، تو قیامت سے قبل وہاں سے زمین پھٹتی، اور وہ صور پھونکے جانے کے وقت، دوبارہ موت کو پاتے، جو کہ تیسری موت ہوتی، اور یہ قطعی طور پر غلط بات ہے۔

اوراگر قبروں سے اجسام کو اٹھایا جاچکا ہو، تو اللہ تعالیٰ اُن کو قبروں کی طرف واپس نہ لوٹاتا، بلکہ وہ اجسام، جنت میں ہوتے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث میں یہ بات وارِد ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو نبیوں پر حرام کردیا ہے، جب تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، جنت میں داخل نہ ہوجائیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پہلے شخص ہیں، جن کے لیے جنت کے دروازے کو کھولا جائے گا، اورسب سے پہلے آپ کے لیے زمین کو شق کیا جائے گا، یہ بات **علی الاطلاق** ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کے لیے زمین کو شق نہیں کیا جائے گا۔

اور یہ بات بھی ضروری طور پر معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمِ مبارک، زمین پر تروتازہ ہے، جس کے متعلق آپ سے صحابہ نے سوال کیا تھا کہ ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا، جبکہ آپ مٹی ہو چکے ہوں گے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ بے شک اللہ نے زمین پر، نبیوں کے جسموں کے کھانے کو حرام قرار دے دیا ہے۔

اور اگر آپ کا جسمِ مبارک آپ کی قبر میں نہ ہوتا، تو آپ یہ جواب مرحمت نہ فرماتے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ ''اللہ نے آپ کی قبر پر فرشتوں کو مقرر فرمادیا ہے، جو آپ کی طرف، آپ کی امت کا سلام پہنچاتے ہیں''

اور حدیث میں یہ مضمون بھی آیا ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان تشریف لائے، اور فرمایا کہ ہمیں اسی طرح اٹھایا جائے گا''

اسی کے ساتھ یہ بات بھی یقینی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک، رفیقِ اعلیٰ میں نبیوں کی روحوں کے ساتھ اعلیٰ علیین میں ہے۔

اور یہ بات بھی صحیح حدیث میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو اسراء کی رات میں، ان کی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اور ان کو چھٹے، یا ساتویں آسمان پر بھی دیکھا، تو روح وہاں پر تھی، اور روح کا قبر میں بدن کے ساتھ اتصال ہے، اور روح، بدن کی طرف متوجہ ہے، اور روح کا بدن کے ساتھ اس طرح کا تعلق ہے کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں، اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتے ہیں، حالانکہ روح، رفیقِ اعلیٰ میں ہے۔

اور ان دونوں باتوں کے درمیان کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ ارواح کی حالت، ابدان کی حالت سے مختلف ہے، اور آپ دیکھتے ہیں کہ دو ہم مثل اور ایک دوسرے سے مناسبت رکھنے والی روحیں، ایک دوسرے کے بہت زیادہ قریب اور نزدیک ہوتی ہیں، اگرچہ ان کے درمیان میں مشرق و مغرب کا فاصلہ کیوں نہ ہو، اور آپ دیکھتے ہیں کہ ایک

دوسرے سے نفرت کرنے والی، اور بغض رکھنے والی، دوروحوں کے درمیان، بہت زیادہ فاصلہ ہوتا ہے، اگرچہ ان کے جسم ایک دوسرے کے قریب، اور ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے کیوں نہ ہوں۔

اور روح کا اترنا اور چڑھنا، اور اس کا قریب ہونا، اور دور ہونا، اس طرح کا نہیں، جس طرح کا بدن کے لیے ہوتا ہے، کیونکہ روح، آسمان سے اوپر چڑھ جاتی ہے، پھر زمین کی طرف اُتر آتی ہے، جب اس روح کو قبض کیا جاتا ہے، تا آنکہ اس کی میت کو قبر میں رکھا جائے، اور یہ تھوڑا سا زمانہ ہوتا ہے، جس میں بدن کا اس طرح چڑھنا، اور اترنا مشکل ہے، اور اسی طریقے سے روح کا نیند اور بیداری میں چڑھ جانا، اور اس کا لوٹ آنا بھی ہے، اور بعض نے اس کی مثال، سورج اور اس کی روشنی کے ساتھ بیان فرمائی ہے کہ سورج آسمان میں ہوتا ہے، اور اس کی روشنی زمین میں ہوتی ہے، ہمارے شیخ (ابنِ تیمیہ) نے فرمایا کہ یہ مثال مطابقت نہیں رکھتی، کیونکہ سورج خود تو آسمان سے نیچے نہیں آتا، اور اس کی جو روشنی زمین پر ہوتی ہے، وہ نہ تو سورج ہوتی، اور نہ اس کی صفت ہوتی، بلکہ وہ ایسی حالت ہوتی ہے، جو سورج اور اس کی ٹکیہ کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے، جو اس (سورج) کے مقابلے میں ہوتی ہے، لیکن روح، بذاتِ خود چڑھتی اور اترتی ہے (الروح)

فائدہ: مثالیں صرف افہام وتفہیم کے لیے ہوتی ہیں، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ ''دارِ برزخ وقبر اور عالمِ برزخ'' کا معاملہ ''دارِ دنیا'' سے الگ اور جُدا ہے، ایک عالم کے حالات کو دوسرے عالم پر قیاس کرنا، درست نہیں۔

مذکورہ عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیائے کرام وشہدائے عظام، سب کی ارواح ''عالمِ برزخ'' میں ہوتی ہیں، اور وہ عالمِ دنیا کے اعتبار سے مردہ ہی ہوتے ہیں، اور ''شہداء'' کو جو مردہ کہنے اور سمجھنے سے منع کیا گیا ہے، وہ دراصل عالمِ برزخ کی جہت سے ہی ہے، کہ وہ عالمِ برزخ میں زندہ ہیں، ''عند ربھم'' فرما کر ''عالمِ برزخ'' میں زندہ ہونے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

اوراگرکسی کوسمجھ نہ آئے تواس کے لیے" **ولکن لا تشعرون** " سے فیصلہ کردیا گیا ہے۔

پس جس طرح شہداء اپنے رب کے پاس، اور عالمِ برزخ میں زندہ ہیں، اسی طرح انبیائے کرام بھی اپنے رب کے پاس "عالمِ برزخ" میں انتہائی اعلیٰ مقام پر زندہ ہیں، اسی کی تعبیر علیین، رفیقِ اعلیٰ اور جنت وغیرہ میں ہونے سے کی گئی ہے۔

البتہ انبیائے کرام کے اجسامِ مبارکہ کو یہ استثناء حاصل ہے کہ ان کے اجسام کو مٹی نہیں کھاتی، اور وہ ہمیشہ تروتازہ اور معطر رہتے ہیں۔

پس رفیقِ اعلیٰ اور علیین و جنت کی اعلیٰ درجہ کی حیات کی نفی کر کے اس سے کمزور دنیاوی زندگی کے درپے ہونا، غیر معقول طریقہ ہے۔ (جاری ہے............)

مقالات ومضامین مولانا شعیب احمد

حج اور قربانی کا فلسفہ

ماہِ ذوالحجہ میں دینِ اسلام کی دو بڑی اور اہم عبادات سرانجام دی جاتی ہیں، یعنی حج اور قربانی۔ان دونوں عبادتوں میں کئی اعتبار سے مماثلت پائی جاتی ہے۔دونوں عبادتیں ماہِ ذوالحجہ کے چند مخصوص ایام میں ہی ادا کی جاسکتی ہیں، باقی پورے سال کے کسی مہینہ میں یہ عبادات ادا کرنا ممکن نہیں۔ دونوں دینِ اسلام کے شعائر میں سے ہیں۔دونوں عبادات سے دینِ اسلام کی شان وشوکت کا اظہار ہوتا ہے۔دونوں کی تاریخ بڑی دلچسپ اور ایمان افروز ہے،اوران دونوں عبادتوں کا فلسفہ بھی ایک ہی ہے۔

حج اور قربانی کا فلسفہ اور روح اپنی عقل کو پسِ پشت ڈال کر اللہ کے حکم کے سامنے سرنڈر کردینا ہے۔ ان دونوں عبادات میں یہی شان ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ان عبادات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن بتوں کو توڑا ہے جو بسااوقات انسان اپنے سینوں میں بسالیتا ہے۔اور وہ بت اصول وقواعد کے ہیں، ضابطے کے ہیں کہ جن کو انسان عبادت کی اصل روح سمجھ بیٹھتا ہے۔ان دونوں عبادتوں میں انسان کو قدم قدم پر یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ نہ تو کسی عمل میں بذاتِ خود کوئی فضیلت ہے، نہ کسی مقام میں بذاتِ خود کوئی عظمت ہے اور نہ ہی کسی زمانہ میں خود بخود حرمت پیدا ہوجاتی ہے۔ بلکہ اعمال میں فضیلت، مقامات میں عظمت اور ایام میں حرمت اللہ کے حکم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔پس اصل شے اللہ کا حکم ہے،جس وقت اللہ کی طرف سے جو حکم ہوجائے اس وقت وہی عبادت بن جاتا ہے۔

چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ مسجدِ حرام میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔لیکن 8 ذوالحجہ کو حجاجِ کرام کے لیے حکم ہے کہ مسجدِ حرام جیسی مقدس اور پاکیزہ جگہ کو چھوڑ دو اور منیٰ میں جاکر قیام کرو۔حالانکہ وہاں پر نہ تو بیت اللہ ہے، نہ حجرِ اسود ہے اور نہ ہی مقامِ ابراہیم۔ وہاں جاکر نہ تو طواف کرنا ممکن ہے اور نہ ہی حجرِ اسود کو بوسہ دیا جاسکتا ہے۔لیکن بس خدا کا حکم ہے کہ حجاجِ کرام منیٰ میں جاکر پانچ نمازیں پوری کریں۔اب اگر کوئی حاجی منیٰ میں جانے کی بجائے

مسجدِ حرام میں ہی ٹھہرا رہے تو اس نے حج کے مناسک میں کمی کر دی جو کہ ظاہر ہے کہ شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں۔

پھر 9 ذوالحجہ کو حجاجِ کرام میدانِ عرفات میں ٹھہرتے ہیں۔ جسے وقوفِ عرفہ کہا جاتا ہے، یہ حج کا ایک اہم رکن ہے، جس کی ادائیگی پر حجاج خدا کی طرف سے اجر وثواب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص 9 ذوالحجہ کے علاوہ سال کے باقی کسی دن، عرفات کے میدان میں جا کر ٹھہر جائے تو اسے نہ تو کوئی ثواب حاصل ہوگا اور نہ ہی کوئی فضیلت۔ کیوں؟ اس لیے کہ باقی ایام میں اللہ کی طرف سے وقوفِ عرفہ کا حکم ہے ہی نہیں۔

اسی طرح شیطان کو پتھر مارنے کا عمل جسے رمیِ جمرات کہتے ہیں۔ اس میں بھی آپ دیکھیے کہ بظاہر ایک بڑا سا ستون ہے جو منیٰ میں موجود ہے، اور لاکھوں لوگ اس پر کنکریاں مارے جا رہے ہیں۔ کوئی پوچھے کہ اس فعل کا آخر کیا مقصد ہے؟ اس پتھر کا کیا قصور ہے جو اسے مارا جا رہا ہے؟ یہ تو بظاہر دیوانگی نظر آتی ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ایسا ہی کرنے کا ہے تو اس میں فضیلت بھی آ گئی، اور اس پر اجر وثواب بھی ملتا ہے۔

غرضیکہ کہ حج کی عبادت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جا بجا یہی تعلیم ملتی ہے کہ دیکھو کسی عمل میں بذاتِ خود کچھ نہیں رکھا اور نہ کسی مقام میں خود سے عظمت پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ اعمال میں فضیلت اور مقامات میں تقدس ہمارے احکام کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

پھر قربانی کی عبادت میں بھی یہی فلسفہ اور حکمت کارفرما ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم الصلاۃ والتسلیم کا پورا واقعہ جو کہ قربانی کی بنیاد بنی، اس کا اولین درس بھی یہی ہے کہ اللہ کا حکم اصل ہے اور خدا کا حکم انسان کی عقل، اس کی خواہش اور اس کے مزاج غرضیکہ ہر شے پر غلبہ اور فوقیت رکھتا ہے۔

جب اللہ کی طرف سے بذریعہ خواب حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے صاحبزادہ حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کو ذبح کرنے کا حکم ملا تو حضرت ابراہیم نے نے پلٹ کر اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس حکم کی حکمت ومصلحت دریافت نہیں فرمائی کہ باری تعالیٰ! آپ نے جو مجھے بیٹے کو

ذبح کرنے کا حکم دیا تو اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے یا اسی طرح حضرت اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی اپنے والد سے یہ سوال نہیں کیا کہ ابا جان میرا قصور کیا ہے کہ جس کی پاداش میں مجھے ذبح کیا جارہا ہے؟

حالانکہ اگر غور کیا جائے تو بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم عقل کے پیمانے میں درست نہیں بیٹھتا اور نہ ہی دنیا کا کوئی قانون یا نظام اس فعل کو اچھا سمجھتا ہے۔لیکن ان دونوں اولوالعزم باپ بیٹا نے اللہ کے حکم کے سامنے سرنڈر کردیا اور سرنگوں ہوگئے۔

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا ‌‌ ‌ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

یہی اس قصہ کا سبق ہے کہ جب اللہ کا حکم آجائے تو پھر اپنی عقل کے پیچ لڑانے کا وقت نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے حکم کو تسلیم کرنے اور اس کی اتباع کرنے کا موقع ہوا کرتا ہے۔ پھر اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی یاد میں قربانی کا جو عمل ہم آج سرانجام دیتے ہیں اس کا بھی یہی درس ہے کہ عبادات کی اصل روح اور مغز خدا کا حکم ہے۔

چنانچہ 10، 11 اور 12 ذوالحجہ کے علاوہ باقی ایام میں کوئی مسلمان قربانی کی نیت سے خواہ کتنے ہی جانوروں کی گردن پر چھری پھیر لے، اس پر کوئی اجروثواب نہیں ملے گا۔ہاں اگر کوئی آدمی گوشت صدقہ کرتا ہے تو اس خیرات کا ثواب تو ضرور حاصل ہوگا مگر صرف جانور کی گردن پر چھری پھیرنا اور جانور کا خون بہانا عام دنوں میں کوئی ثواب کا کام نہیں (ماسوائے عقیقہ کے)۔لیکن ذوالحجہ کے ان مخصوص تین دنوں میں جو شخص بھی بنیتِ قربانی جانور کی گردن پر صرف چھری پھیر دے، محض جانور کا خون بہادے تو وہ اس پر بھی اجروثواب کا مستحق ہوتا ہے۔لیکن یہی عمل ہے کہ قربانی کے تین دن گزر جانے کے بعد اس پر کوئی اجروثواب نہیں۔

پس حج اور قربانی دونوں عبادات کا درس اور فلسفہ یہی ہے کہ اعمال میں فضیلت، مقامات میں عظمت اور ایام میں حرمت خدا کے حکم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔انسان اس حقیقت کو جانے کہ عبادات میں اصل اور بنیادی شے خدا کا حکم ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جس وقت جو بھی حکم نازل ہو جائے بس اس وقت وہی عبادت بن جاتا ہے اور اسی کے کرنے میں اجروثواب ہے۔

بسلسلہ : تاریخی معلومات — مولانا طارق محمود

ماہِ ربیع الآخر: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ربیع الآخر ۹۵۶ھ: میں حضرت شیخ کمال الدین محمد بقاعی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۲ ص ۷۵)

□......ماہِ ربیع الآخر ۹۵۷ھ: میں حضرت شیخ فاضل علامہ عبدالملک بن عبدالغفور حنفی پانی پتی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص ۳۷۹)

□......ماہِ ربیع الآخر ۹۶۵ھ: میں حضرت شیخ علامہ ابوالفتح محمد بن فتیان مقدسی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج ۲ ص ۵۷)

□......ماہِ ربیع الآخر ۹۷۰ھ: میں حضرت شیخ اللہ بخش چشتی گجراتی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص ۳۱۱)

□......ماہِ ربیع الآخر ۹۷۱ھ: میں حضرت محمد بن خلیل بن علی بن احمد بن محمد بن ناصر الدین بن قنبر حلبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۳ ص ۵۳)

□......ماہِ ربیع الآخر ۹۸۶ھ: میں حضرت شیخ طیب بن عبدالواحد بلگرامی واسطی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۵ ص ۵۴۸)

□......ماہِ ربیع الآخر ۹۸۸ھ: میں حضرت شیخ فاضل مولانا نجم الدین محمد ابوالقاسمی کاہی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص ۳۹۶)

□......ماہِ ربیع الآخر ۹۹۳ھ: میں حضرت سید عبدالل بن امام شرف الدین بن شمس الدین رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوکانی، ج ۱ ص ۳۸۴)

□......ماہِ ربیع الآخر ۹۹۷ھ: میں حضرت شیخ داؤد بن عجب شاہ گجراتی ہندی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص ۳۳۷)

□......ماہِ ربیع الآخر ۹۹۹ھ: میں حضرت سید حسین بن امام قاسم بن محمد رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوکانی، ج ۱ ص ۲۲۶)

علم کے مینار مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء وفقہاء (قسط17)

گزشتہ اقساط میں یہ بات ذکر کی جاچکی ہے کہ ''فتاویٰ عالمگیری'' اور ''مجلۃُ الاحکام'' کی تصنیف کے بعد ''فقہ اسلامی'' کی دفعہ وار ترتیب وتدوین کے رجحان میں کافی تیزی آئی ہے۔

جبکہ اس سے پہلے فقہ اسلام کی عام کتب کا طرز اور مباحث وابواب کی ترتیب، جدید فقہی وقانونی کتب سے کافی مختلف ہے، جن میں عام طور پر فقہائے کرام کے اقوال، اختلافات، دلائل، قواعد کے بجائے فروعات وجزئیات، اور تقریباً راجح ومرجوح کی تعیین کے بغیر مسائل کو ذکر کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ان کتب سے مکمل استفادہ، راجح اقوال کا انتخاب ایک ماہر فقیہ ہی کرسکتا ہے، جبکہ جدید فقہی کتب میں اس طرح کا اختلاط نہیں پایا جاتا۔ [1]

بلکہ دورِ جدید میں فقہ اسلامی کے حوالے سے ایک رجحان یہ بھی سامنے آیا ہے کہ پوری ''فقہ اسلامی'' کو الف بائی ترتیب سے موسوعہ اور انسائیکلوپیڈیا کی شکل میں مرتب کیا جائے، تاکہ وہ حضرات جو فقہ اسلامی کی کتب سے ممارست نہیں رکھتے، اور نہ ہی انہیں فقہی کتب کے ابواب ومسائل کی ترتیب معلوم ہے، وہ اس جدید فقہی طرز سے بآسانی استفادہ کرسکیں۔

اس سلسلہ میں بہت سے ضخیم فقہی موسوعات اور انسائیکلوپیڈیاز مرتب کیے گئے، تجاویز پیش کی گئیں،

---

[1] کیونکہ فقہ اسلامی سے متعلق تصنیف وتالیف کا یہ سلسلہ ایک طویل زمانہ سے مسلمانوں کے علمی ورثہ میں شامل رہا ہے، لیکن ان تصانیف کی ترتیب وتدوین جدید فقہی طرز کے بجائے قدیم فقہی طرز پر تھی، جن میں اقوال وفتاویٰ اور آراء کی کثرت کی وجہ سے کسی خاص صورتِ حال میں کسی مناسب قول، یا فتویٰ کی تلاش ایک دشوار کام تھا۔

چنانچہ فقہ کے اس قدیم کو طرز کو جدید خطوط پر استوار کرنے کے لیے ہر دور میں کوششیں کی جاتی رہیں، یہاں تک سترھویں صدی عیسویں میں ''فتاویٰ ہندیہ'' کی تالیف سے فقہ اسلامی اپنے قدیم فقہی طرز سے نکل کر، جدید خطوط پر ہموار ہونے لگا، جس میں بعد میں چل کر ''مجلۃُ الاحکام العدلیۃ'' اور دیگر دوسری کتب کی تصنیف وتالیف بھی شامل ہے، جیسا کہ ''الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ'' اور ''الفقہ الاسلامی و أدلتہٗ'' وغیرہا ذلک۔

ان کتب کو ''جدید فقہی متون'' اور ''دورِ جدید کی فقہی کتب'' اور ''فقہی انسائیکلوپیڈیاز'' وغیرہ بھی کہا جاتا ہے، اور کتب کی تصنیف سے فقہ اسلامی ایک نئے دور میں داخل ہوتا ہے، اور اس وقت سے لے کر آج تک فقہ اسلامی پر اچھا خاصا کام ہوا ہے، اور آگے بھی جاری ہے۔

جن میں سے بہت سوں پر تا حال کام جاری ہے، جبکہ کچھ شائع ہوکر منظرِ عام پر بھی آ چکے ہیں، ذیل میں اس حوالے سے چند مفید کاوشوں کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

(3)......الموسوعةُ الفقهية الكويتية

''الموسوعةُ الفقهية الكويتية '' کویت کی ''وزارتِ اوقاف واسلامی امور'' کی جانب سے تیار کردہ ایک جدید''فقهی دائرة المعارف ''ہے،جس کو''جدید فقہی انسائیکلو پیڈیا'' بھی کہا جاتا ہے۔

حکومتِ کویت نے ممتاز فقیہ ڈاکٹر مصطفیٰ الزرقاء کی سربراہی میں 1967ء میں ایک ضخیم موسوعہ کی منظوری دی، چنانچہ مصطفیٰ الزرقاء نے اپنے افراد کے ساتھ اس ''موسوعہ'' کی تیاری پر تیزی سے کام شروع کیا،محنت رنگ لائی،اور جلد ہی ان کی جلدیں منظرِ عام پر آنے لگیں،اوراب تک اس کی پینتالیس جلدیں چھپ کر منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔

خصوصیات

اس''دائرةُ المعارف''میں موسوعاتی یا انسائیکلو پیڈیائی اسلوب اختیار کیا گیا ہے کہ جس میں حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ آسان زبان واسلوب میں مسائل ومعلومات یکجا کردی جاتی ہیں، جس کی وجہ سے اہل علم بلکہ ایک عام آدمی کے لیے بھی مطلوبہ مقامات تک رسائی اور استفادہ آسان ہوجاتا ہے۔

جبکہ اس جدید فقہی موسوعہ کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اس موسوعہ میں تیرھویں صدی ہجری تک کے فقہ اسلامی کے ذخیرہ کو جدید اسلوب میں پیش کیا گیا ہے،اوراہلِ سنت والجماعت کے چاروں فقہی مسالک کے مسائل ودلائل کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ہر مسلک کے دلائل تو شامل کیے گئے ہیں،لیکن ان میں موازنہ اور ترجیح نہیں کی گئی، دلائل کے حوالہ جات تقریباً ہر صفحہ پر درج ہیں، اوراحادیث کی تخریج کا بھی خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔

موسوعہ کی ہر جلد کے آخر میں''تراجمُ الفقهاء ''کے عنوان سے ایک سوانحی ضمیمہ بھی شامل کیا گیا

ہے، جس میں اس جلد میں مذکور فقہاء کے ساتھ ساتھ دوسرے فقہاء کرام کا تعارف اور نہایت ہی مختصر سوانح مع حوالہ جات درج کیے گئے ہیں۔

اس موسوعۃ کو ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ''اسلامی فقہ اکیڈمی'' (انڈیا) نے ''وزارت اوقاف و اسلامی امور کویت'' کے تعاون سے اس ضخیم موسوعہ کا مکمل اردو ترجمہ پینتالیس جلدوں میں شائع کیا ہے، جو یقیناً اردو دان حضرات کے لیے ایک بیش بہا تحفہ ہے۔

بلاشبہ موسوعہ فقہیہ موضوعات کی ترتیب، استیعاب، اختصار و جامعیت اور تسہیل و ترتیب کے لحاظ سے عصرِ حاضر کا منفرد و ممتاز ترین کام ہے۔

''الموسوعةُ الفقهية الكويتية'' کی مکمل پینتالیس جلدیں اردو و عربی دونوں میں انٹرنیٹ سے بآسانی حاصل کی جاسکتی ہیں۔ [1] (جاری ہے.............)

---

[1] اسم الكتاب :الموسوعة الفقهية، اسم المؤلف :جماعة من العلماء، تصدرها وزارة الأوقاف الكويتية، تصنيف الكتاب:الموسوعات مذهبه:فقه مقارن، التعريف بالكتاب:وهى دائرة معارف بصياغة عصرية، لتراث الفقه الإسلامى حتى القرن الثالث عشر الهجرى، تجمع الأحكام الفقهية، وتعرضها من خلال عناوين ومصطلحات. وترتيبها ألفبائى، وكتابتها بأسلوب مبسط، وتهدف الموسوعة إلى تسهيل العودة إلى الشريعة الإسلامية لاستنباط الحلول القويمة منها لمشكلات القضايا المعاصرة، وأبحاث الموسوعة موثقة بالأدلة، وتلتزم عزو الأحكام والأقوال للمراجع الأصلية والمعتمدة فى المذاهب الفقهية، تتجنب المناقشات المذهبية والترجيح الشخصى، وقررت الموسوعة أن تصدر ملاحق لها، تتضمن ترجمة الفقهاء الأعلام ترجمة موجزة وتنشر بصورة مستقلة لكل جزء، مع إصدار ملحق خاص بأصول الفقه والقواعد الكلية والأشباه والنظائر والفروق، وإصدار ملحق بالمسائل المستحدثة, وملحق بغريب لغة الفقه واعتمدت الموسوعة الفقهية على تصنيف المصطلحات، وعرض الاتجاهات، بأسلوب واضح، مع ذكر المراجع والأدلة من المنقول والمعقول، وتخريج الأحاديث باختصار، الطبعة المعتمدة:إصدار وزارة الأوقاف الكويتية 34، جزئا (الموسوعة الفقهية الكويتية، تحت المقدمة

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط68) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر رضی اللہ عنہ کے اہلِ بیت سے تعلقات (دوسرا حصہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوی خاندان کے افراد کو بہت زیادہ عزت دیا کرتے تھے، اور انہیں اپنے خاندان والوں حتیٰ کہ اپنی اولاد پر بھی ترجیح دیتے تھے۔ جب کبھی کوئی ایسا موقع آتا کہ ایک طرف آپ کی اولاد ہوتی، اور دوسری طرف خاندانِ نبوی کی آل اولاد، تو آپ خاندانِ نبوی کی اولاد کو ہی ترجیح دیتے تھے۔

چنانچہ حسین بھی علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ بیٹے! کاش تم ہمارے پاس آیا کرتے اور مل لیا کرتے۔ ان کے کہنے کی بنا پر میں ایک روز وہاں گیا۔ اس وقت آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے الگ پر بیٹھ کر کچھ گفتگو کررہے تھے، اور ابن عمر رضی اللہ عنہ دروازے پر تھے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت نہ دی گئی۔ یہ دیکھ کر میں واپس آ گیا۔ پھر ایک دن حضرت عمر رضی اللہ سے ملاقات ہوئی، تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹے تم میرے پاس نہیں آئے؟ میں نے کہا کہ میں آیا تھا، مگر آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ الگ بیٹھ کر گفتگو فرما رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے تھے، تو میں بھی واپس آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم عبداللہ بن عمر سے زیادہ اجازت پانے کے حقدار ہو۔ ہمارے دل اور دماغ میں جو ایمان کی تخم ریزی ہوئی ہے، وہ اللہ کا احسان اور فضل ہے، پھر تمہارے گھرانے کا فیض ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ (فصل الخطاب فی سیرۃ ابن الخطاب لدکتور محمد علی الصلابی ص ۲۳۲)

معلوم ہوا کہ کس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل بیت اور ان کی اولاد کو اپنی اولاد پر ترجیح دیا

کرتے تھے۔

ایک اور موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یمن کے حلے آئے۔ آپ نے لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ وہ سب لوگ یہ نئے جوڑے پہن کر مسجدِ نبوی میں آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبرِ رسول اور قبرِ نبوی کے درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ آتے جاتے، سلام کرتے، اور آپ رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیتے جاتے۔ اتنے میں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان سے نکلے۔ وہ لوگوں کے درمیان سے گزر رہے تھے، مگر ان کے جسم پر وہ حلے نہیں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اداس سے نظر آئے۔

لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ فرمایا کہ میں ان بچوں کی وجہ سے اداس ہوں کہ ان کے جسم اور بدن کے مطابق کوئی حلہ نہ تھا۔ چادریں بڑی تھیں، اور ان کے قد چھوٹے تھے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن میں پیغام بھیجا کہ دو جوڑے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے لیے فوری طور پر بھیجے جائیں۔ چنانچہ وہ بھیجے گئے۔ آپ نے ان دونوں کو پہنایا، پھر آپ رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہوا۔ (المرتضیٰ ص ۱۱۸ مجلس نشریات اسلام)

اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے قلبی مودت اور تعلق کا اظہار ہوتا ہے کہ کس طرح آپ رضی اللہ عنہ آپ دونوں کے لیے بے چین رہتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب اللہ نے فتوحات کے دروازے کھول دیئے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ہر ایک کے لیے مخصوص حصہ روزانہ یا ماہانہ کی شکل میں مقرر کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن کس کو کتنا دیا جائے، اس کی ترتیب کیا ہو، اس کے لیے کبار اور بڑے صحابہ کو جمع کیا، اور ان کی آراء معلوم کیں۔ حضرت عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اپنی ذات سے شروع کیجیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "لا الٰہ ،واللہ" میں اس سے شروع کروں گا، جو رسول اللہ کے زیادہ قریب ہوگا۔ اور میں بنو ہاشم کے حصے مقرر کروں گا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حصہ

نکالا، یہاں تک کہ پانچ قبیلوں کے درمیان ترتیب قائم کی،اور سب سے آخر میں بنوعدی بن کعب تک پہنچے۔آپ رضی اللہ عنہ نے ترتیب یوں رکھی کہ بنو ہاشم میں جولوگ غزوۂ بدر میں شریک تھے،پھر بنو امیہ میں جولوگ بدر میں شریک تھے،ان کے نام لکھے،ان کے لیے عطیات مقرر کیے۔پانچ قبائل کے بعدعدی جوکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبیلہ ہے،اس کا نمبر آیا۔الاقــــرب فـــالاقــرب یعنی جوزیادہ قریب تھا اس حساب کے ان سب کے حصے مقرر کیے،اورحضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو جورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب تھے،اس کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کے لیے عطیات مقرر کیے۔(المرتضیٰ ص۱۱۹ مجلس نشریاتِ اسلام)

بعض روایات میں اس بات کا بھی ذکر آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر اور دوسرے کا نام ابوبکر رکھا۔(المرتضیٰ ص۱۱۹ مجلس نشریات اسلام)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنی ساری زندگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر،خیرخواہ اور ہمدرد رہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ان دونوں میں باہمی اعتماد اور الفت ومحبت قائم تھی۔لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ایک مخصوص گروہ نے بعض جھوٹی روایات کی بنیاد پر تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی،اور یہ تاثر پیش کرنے کی کوشش کی کہ نعوذ باللہ خلفائے راشدین میں سے ہر ایک دوسرے کی تاک میں رہتا تھا کہ جلد سے جلد مدِ مقابل کا کام تمام ہوجائے،اور یہ سب معاملات پسِ پردہ انجام پاتے تھے۔حالانکہ ایسا بالکل نہ تھا۔

بعض حضرات کے نزدیک خلافتِ فاروقی کا بغور مطالعہ کرنے والے کے سامنے جو بات سب سے زیادہ ابھر کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمر اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مثالی باہمی تعاون اخلاص کی بنیاد پر قائم تھا۔تمام مشکل معاملات میں اور اہم مسائل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلے مشیر ہوتے تھے،اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کو جو مشورہ دیتے،آپ اس پر مطمئن ہوتے ہوئے اسے نافذ کرتے۔(فقــه السيــرة النبوية ص ۵۲۹ لدكتور محمد بوطی)

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

کیسے وہ جیتا؟

پیارے بچو! ایک نوجوان بچہ اپنے والد کے ساتھ رہتا تھا۔اس بچے کی ماں فوت ہو چکی تھی۔اس کا اور اس کے والد کا آپس میں رشتہ بہت مضبوط تھا۔اس کا والد اس کی ہر کام پر ہمت بڑھاتا تھا۔حتیٰ کہ جب کبھی بچہ کوئی کھیل کھیلتا تو اس کا والد ایک طرف کھڑا ہو کر اس کی ہمت بڑھاتا۔

یہ بچہ جب اسکول میں داخل ہوا،تو وہ اپنی کلاس میں سب سے چھوٹا تھا۔اس کا والد اس کی برابر ہمت بڑھاتا رہا،مگر ساتھ ساتھ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر تم فٹ بال کھیلنا نہ چاہو،تو زور زبردستی نہ کھیلنا۔

لیکن اس چھوٹے بچے کو فٹ بال کھیلنے کا شوق تھا،اس لیے اس نے فٹ بال کھیل میں حصہ لینے کا ارادہ کرلیا۔اس نے اس بات کا عزم کیا کہ اس وہ فٹ بال کی پریکٹس یعنی مشق میں کوئی کسر نہ چھوڑے گا، بلکہ اپنا تن من دھن سب کچھ لگا کر فٹ بال کی پریکٹس اور مشق کرے گا۔اپنے اسکول کے دنوں میں اس نے کبھی کوئی مشق نہ چھوڑی،لیکن ان چار سالوں میں وہ صرف ایک سائیڈ کے طور پر فٹ بال سیکھتا رہا۔

اس کا والد ہمیشہ اس کی ہمت بڑھاتا رہتا تھا۔ ہمیشہ اس کو حوصلہ افزائی کی باتیں کرتا۔وہ بچہ جب کالج میں داخل ہوا،تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ اب مستقل ٹیم میں کھیلے گا۔ ہر کوئی یہی سمجھتا رہا کہ وہ کبھی بھی ایک ماہر کھلاڑی کی طرح نہیں کھیل سکے گا،لیکن اس نے کھیلنا شروع کیا۔

اس کے کوچ نے بھی اس بات کو تسلیم کیا کہ وہ کھیل سکے گا کیونکہ وہ ہر پریکٹس اور مشق میں دل و جان سے کھیلا کرتا تھا۔کوئی میچ ایسا نہ ہوتا تھا کہ جس میں وہ نہ آئے۔ ہر مرتبہ وہ پابندی سے آتا تھا،اور توجہ اور دھیان سے اپنی مشق کیا کرتا تھا۔اور اپنی ٹیم کے دوسرے ساتھیوں کو بھی مشقت اور مشکل میں ڈالتا،تاکہ وہ بھی صحیح طرح سے مشق کریں،اور کھیل میں حصہ لیں۔

جب اس کو اس بات کا علم ہوا کہ ایک مخصوص شاٹ میں وہ مہارت حاصل کر چکا ہے،تو وہ بھاگم

بھاگ گیا،اور اپنا فون نکال کر اپنے والد کو کال کرنے لگا۔اس کے والد کو بھی بے حد خوشی ہوئی۔اس بچہ نے اور محنت سے تیاری کرنا شروع کردی،اور مزید چار سالوں میں کبھی بھی کوئی تیاری کا دن نہ چھوڑا۔لیکن اب تک اسے ایک کھلاڑی کی حیثیت سے کھیلنے کا موقع نہ مل سکا۔

یہ سینئر فٹ بال سیزن کا اختتام تھا کہ اس نے تھوڑے وقت کے لیے مشق چھوڑ دی۔اور ہوا یوں کہ اس کو کھلاڑی کی حیثیت سے بھی چن لیا گیا۔لیکن اس نے مشق اور پریکٹس بند کی ہوئی تھی۔

اس کے کوچ نے اسے موبائل پر میسج کیا،اس لڑکے نے جب میسج پڑھا تو جواب دیا کہ میرے والد آج صبح فوت ہو گئے ہیں،کیا آج کے دن میں مشق اور پریکٹس چھوڑ سکتا ہوں؟

اس کے کوچ نے اسے کہا کہ ٹھیک ہے،آپ آرام کرو،اور ہفتہ تک آرام سے آجانا۔

ہفتہ والے دن میچ تھا۔میچ ہو رہا تھا۔وہ لڑکا میچ میں نہیں تھا۔میچ کچھ اچھا نہیں جا رہا تھا۔اس کی ٹیم کے خلاف گول پر گول ہوئے جا رہے تھے۔سارے لوگ اداس تھے کہ کیا ہوگا۔ان کی ٹیم کا کوچ بھی پریشان تھا کہ آج تو ٹیم نے ہارنا ہی ہے۔

ایک نوجوان لڑکا اچانک کپڑے بدلنے والے کمرے میں آیا،کھیل کے کپڑے پہنے۔اور بھاگتا ہوا میدان میں پہنچ گیا۔اس نے کوچ سے گڑگڑاتے ہوئے کہا کہ آج مجھے کھیلنے دو،میں کھیلنا چاہتا ہوں۔کوچ نے بھی سوچا کہ کیسے میں اس طرح کے کھلاڑی کو اجازت دے سکتا ہوں کہ جس نے کچھ عرصے سے مشق بھی نہیں کی ہے۔

بالآخر اس لڑکے کی مستقل کوشش نے کوچ کو مجبور کر دیا کہ اسے کھیل کی اجازت دے۔وہ لڑکا جیسے ہی کھیل کے میدان میں اترا،تو فوراً کھیل کا پانسا ہی پلٹ گیا۔فٹ بال کو روکنا،پاس کرنا،اور گول کرنا یہ سب کچھ اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل لگ رہا تھا۔

اس نے پے در پے کئی گول کیے،اور اپنی ٹیم کو جتا دیا۔میدان میں بیٹھے لوگ یہ دیکھ رہے تھے کہ کون یہ نوجوان لڑکا ہے،جس نے آکر گیم ہی بدل دی۔اندر کمرہ میں جا کر کوچ نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میرے والد نابینا تھے،لیکن وہ میرے ہر کھیل میں آتے تھے۔آج مجھے واقعی ایسا لگا جیسے وہ مجھے دیکھ رہے ہوں،اس لیے مجھے ہمت اور حوصلہ ہوا اور میں نے اچھا کھیلا۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط56) مفتی طلحہ مدثر

امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (چوتھا حصہ)

معزز خواتین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں خواتین کے مسجد میں آکر باجماعت نماز میں شریک ہونے کی چند احادیث وروایات آپ نے ملاحظہ فرمائیں، صحابہ کرام کے دور کے بھی چند آثار ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے صاحبزادے بلال بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ احادیث کی کتب میں منقول ہے، جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے کو خواتین کے مساجد میں جانے سے روکنے کے ارادے پر سخت تنبیہ اور جھاڑ پلائی تھی۔

چنانچہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا تَمْنَعُوْا نِسَاءَ كُمُ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ إِلَيْهَا قَالَ: فَقَالَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ، قَالَ: فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ: فَسَبَّهُ سَبًّا سَيِّئًا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ وَقَالَ: أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ (مسلم، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة، وأنها لا تخرج مطيبة، رقم الحديث ۴۴۲"۱۳۵")

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تمہاری عورتیں مساجد میں آنے کے لیے تم سے اجازت مانگیں، تو تم انہیں مساجد میں آنے سے منع مت کرو، حضرت سالم کہتے ہیں کہ (ان کے بھائی) بلال بن عبداللہ نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم ان کو (مساجد میں جانے

سے) ضرور منع کریں گے، جس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا، اور اتنا بُرا بھلا کہا کہ میں نے اس طرح کا بُرا بھلا کہنا آپ سے کبھی نہیں سُنا، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دے رہا ہوں (کہ تم عورتوں کو مساجد سے منع نہ کرو) اور تم (اس کے مقابلہ میں) کہتے ہو کہ ہم ان کو ضرور منع کریں گے (مسلم)

یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ کتبِ حدیث میں منقول ہے، لیکن تقریباً یہ مضمون سب روایات میں قدرِ مشترک ہے، کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی مخالفت کا ارادہ ظاہر کرنے کی وجہ سے اپنے بیٹے سے سخت ناراض ہوئے، اور اس بات پر اپنے بیٹے کو سخت تنبیہ بھی کی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک اہلیہ حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل تھیں، یہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں، جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے خاص حسنِ و جمال اور وجاہت سے نوازا تھا، بڑے بڑے چوٹی کے صحابہ ان سے نکاح کے خواہشمند رہے، اور انہوں نے یکے بعد دیگرے (سابق شوہر کی شہادت یا طلاق ہو جانے کی صورت میں) مختلف کبار صحابہ سے نکاح کیا تھا، جب یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی طبعی غیرت کی وجہ سے ان کا مسجد میں جا کر نماز پڑھنا پسند نہیں تھا، اور یہ بات ان کی اہلیہ حضرت عاتکہ کو بھی معلوم تھی، لیکن چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بارے میں واضح ارشاد موجود تھا کہ ''خواتین کو مساجد سے نہ روکا جائے''، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو واضح الفاظ میں کبھی بھی مسجد جانے سے منع نہیں کیا، حضرت عاتکہ کہتی تھیں، جب تک حضرت عمر مجھے مسجد سے منع نہیں کریں گے، تب تک میں مسجد جانے کا معمول ترک نہیں کروں گی، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے آخر عمر تک اپنی اہلیہ کو کبھی مسجد آنے سے منع نہیں فرمایا، یہاں تک کہ جب مسجد میں حضرت عمر پر قاتلانہ حملہ ہوا، جو جان

لیوا ثابت ہوا، تب بھی حضرت عاتکہ مسجد میں ہی موجود تھیں، چنانچہ حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَاتِكَةَ بِنْتِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، امْرَأَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّهَا كَانَتْ تَسْتَأْذِنُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ إِلَى الْمَسْجِدِ. فَيَسْكُتُ: فَتَقُولُ: وَاللّٰهِ لَأَخْرُجَنَّ، إِلَّا أَنْ تَمْنَعَنِيْ. فَلاَ يَمْنَعُهَا (مؤطاامام مالک،ما جاء في خروج النساء إلى المسجد، ج ۲ ص ۲۷۷،رقم الحديث ۶۷۶ ،)

ترجمہ: عاتکہ بنتِ زید بن عمرو بن نفیل جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مسجد جانے کی اجازت لیتی تھیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہوجاتے تھے، پھر وہ کہتی تھیں کہ اللہ کی قسم! میں تو ضرور جاؤں گی مگر یہ کہ آپ مجھے منع کردیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کو منع نہیں کرتے تھے (موطامالک)

بعض روایات میں واضح الفاظ میں یہ مضمون آیا ہے، کہ حضرت عمر کا اپنی اہلیہ کا مسجد میں جانے کو ناپسند فرمانا طبعی غیرت کی وجہ سے تھا، چنانچہ حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ عُمَرُ رَجُلًا غَيُورًا، فَكَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّبَعَتْهُ عَاتِكَةُ ابْنَةُ زَيْدٍ، فَكَانَ يَكْرَهُ خُرُوجَهَا، وَيَكْرَهُ مَنْعَهَا، وَكَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَأْذَنَتْكُمْ نِسَاؤُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَا تَمْنَعُوهُنَّ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ۲۸۳)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے غیور طبع آدمی تھے، جب وہ نماز کے لیے نکلتے تو ان کے پیچھے پیچھے (ان کی زوجہ) عاتکہ بنتِ زید بھی چلی جاتی تھیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ کو ان کا (مسجد میں نماز کے لیے) نکلنا پسند نہ تھا، اور وہ ان کو منع کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے، کیونکہ وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہاری عورتیں تم سے نماز کے لئے جانے کی اجازت مانگیں، تو تم انہیں

مت روکو(مسنداحمد)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عاتکہ بنت زید کا یہ واقعہ متعدد کتبِ حدیث میں مروی ہے۔

بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت عاتکہ بنت زید نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہید ہوجانے کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے شادی کرلی تھی، حضرت عمر کی طرح حضرت زبیر بھی عشرہ مبشرہ میں سے تھے، اوران کو بھی حضرت عمر کی طرح اپنی اہلیہ کا مسجد میں جانا پسند نہیں تھا، لیکن نبی صلی علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے واضح منع نہیں فرماتے تھے، جیسے حضرت عمر اسی ارشاد کی وجہ سے منع نہیں فرماتے تھے، لیکن حضرت زبیر نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ ایک دن چھپ کر حضرت عاتکہ کو ڈرایا، جس کے بعد انہوں نے مسجد جانا چھوڑ دیا، البتہ واضح الفاظ میں نہ ہی حضرت عمر نے کبھی منع فرمایا اور نہ ہی حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے۔

مذکورہ روایات وواقعات سے معلوم ہوا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبارک زمانے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور میں بھی خواتین کا مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کا معمول تھا، جس پر واضح الفاظ میں کبار صحابہ بھی نکیر نہیں فرماتے تھے، گو طبعی طور پر ناپسند فرماتے ہوں۔ (جاری ہے......)

جن دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهٰى عَنْ صَوْمِ خَمْسَةِ أَيَّامٍ فِي السَّنَةِ: يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ النَّحْرِ وَثَلَاثَةِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ (سنن الدارقطنی، رقم الحديث 2409)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سال میں پانچ دنوں کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا، ایک عیدالفطر کے دن کا، اور دوسرے عیدالاضحیٰ کے دن کا، اور تین دن ایامِ تشریق (یعنی گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ) کا (دارقطنی)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَ لَا وَإِنَّ هٰذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (ابوداؤد، رقم الحديث 2813)

ترجمہ: ’’خبردار ہو جاؤ، یہ دن کھانے پینے اور اللہ عزوجل کے ذکر کے دن ہیں‘‘۔

مذکورہ اور اس جیسی احادیث کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ سال میں ان پانچ دنوں کا روزہ رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ پانچ دن اللہ عزوجل کی طرف سے مسلمانوں کے لیے بطورِ انعام کے کھانے پینے، اور اس کے نتیجے میں اللہ کا ذکر کرنے اور شکر ادا کرنے کے ہیں۔

ذُوالحجہ کے پہلے عشرہ میں بال اور ناخُن نہ کاٹنا

حضرت امّ ِسلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذَارَاَيْتُـمْ هِـلَالَ ذِى الْحِجَّةِ وَاَرَادَاَحَدُ كُمْ اَنْ يُّضَحِّىَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهٖ وَاَظْفَارِهٖ (مسلم ، رقم الحديث 1977"41")

ترجمہ: جب ذُوالحجہ کا چاند نظر آجائے (یعنی ذُوالحجہ کا مہینہ شروع ہوجائے) اورتم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو، تو وہ جسم کے کسی حصہ کے بال اور ناخن نہ کاٹے (مسلم)

فائدہ: قربانی کرنے والے کے لئے افضل ومستحب ہے کہ وہ ذُوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد اپنی قربانی کرنے تک، ناخن، سر، زیرِ بغل اور زیرِ ناف، بلکہ بدن کے کسی بھی حصہ کے بال نہ کاٹے، اس لیے ذی الحجہ کا چاند نظر آنے سے پہلے پہلے ان چیزوں سے فراغت حاصل کرلی جائے، لیکن یادرہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے ضروری نہیں۔

اس لیے اگرکوئی شخص قربانی سے پہلے ایسا کرلے، تو بھی کوئی گناہ نہیں، اور نہ ہی اسے قربانی میں کسی طرح کا خلل واقع ہوتا ہے، البتہ اگر قربانی کرنے سے پہلے چالیس دن مکمل ہوچکے ہوں، تو پھر ناخن کاٹنا اور ناف کے نیچے اور بغل کے بالوں کی صفائی کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

(ماخوذاز''ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام''مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

عیدُ الاضحیٰ کی قربانی کی تاکیداورادائیگی کاوقت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ، وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا.

ترجمہ: جس شخص کوقربانی کی وسعت حاصل ہو،اور وہ قربانی نہ کرے،تو وہ ہرگز ہماری عیدگاہ کےقریب نہ آئے (ابن ماجہ،حدیث3123)

اور حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ هٰذَا فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ (بخاری، رقم الحدیث 5560)

ترجمہ:''میں نے نبی ﷺ کوخطبہ دیتے ہوئے یہ بات سنی کہ ہمارے اس عیدالاضحیٰ کے دن سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں، پھرہم لوٹ کرقربانی کریں، پس جس نے اس طریقہ پرعمل کیا،تواس نے ہمارے طریقہ کے مطابق درست کام کیا،اورجس نے (عید کی نماز سے پہلے) قربانی کردی،تو وہ ایک گوشت ہوگیا، جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلدی تیار کردیا،اس کاقربانی سے تعلق نہیں''۔

ان احادیث سے صاحبِ استطاعت حضرات کے لیےقربانی کے عمل کی تاکیداوراہمیت معلوم ہوتی ہے۔

نو ذی الحجہ کے دن کے روزے کی فضیلت

حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کے دن کے روزہ کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک سال گزشتہ، اور ایک سال آئندہ (کے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ کردیتا ہے (مسلم، حدیث نمبر 1126)

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ گزشتہ سال (کے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ کردیتا ہے، اور عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کا روزہ دوسالوں (کے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ کردیتا ہے، ایک گزشتہ سال کا اور ایک آئندہ سال کا (السنن الکبریٰ للنسائی، حدیث نمبر 2809)

نو ذُوالحجہ کا دن مبارک دن ہے، نو ذی الحجہ کے دن حج کا سب سے بڑا رُکن ''وقوفِ عرفہ'' ادا ہوتا ہے؛ اور اس دن بے شمار لوگوں کی بخشش اور مغفرت کی جاتی ہے، اسلام کے تکمیلی رُکن، حج کا سب سے عظیم رُکن اس دن میں ادا ہونا اس دن کی فضیلت کی بڑی دلیل ہے، لیکن عرفات کے میدان میں پہنچ کر تو فضیلت حجاجِ کرام ہی حاصل کر سکتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برکات سے غیر حاجیوں کو بھی محروم نہیں فرمایا؛ اور اس دن روزے کی عظیم الشان فضیلت مقرر کر کے سب کو اس دن کی فضیلت سے اپنی شان کے مطابق مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمادیا۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

’’عمل بالحدیث‘‘ کا حکم (قسط17)

’’الهداية‘‘ کا حوالہ

’’الهداية‘‘ کی جس عبارت کو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے’’الاقتصاد فی التقليد والاجتهاد‘‘ میں نقل فرمایا ہے، وہ اس مسئلے سے متعلق امام ابو یوسف کے قول کی دلیل ہے، جبکہ’’الهداية‘‘ کی مکمل عبارت مندرجہ ذیل ہے:

ولو احتجم وظن أن ذلک يفطره ثم أكل متعمدا عليه القضاء والكفارة "لأن الظن ما استند إلى دليل شرعي إلا إذا أفتاه فقيه بالفساد لأن الفتوى دليل شرعي فى حقه ولو بلغه الحديث فاعتمده فكذلك عند محمد رحمه الله لأن قول الرسول عليه الصلاة والسلام لا ينزل عن قول المفتي.

وعن أبي يوسف رحمه الله خلاف ذلک لأن على العامي الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء فى حقه إلى معرفة الأحاديث وإن عرف تأويله تجب الكفارة لانتفاء الشبهة (الهداية فى شرح بداية المبتدي، ج ۱، ص ۱۲۷، كتاب الصوم)

ترجمہ: اور اگر کسی نے حجامہ کرایا، اور یہ گمان کیا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، پھر اس نے جان بوجھ کر کھا پی لیا، تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے، کیونکہ اس کا گمان، کسی شرعی دلیل کی طرف مستند نہیں ہوا، البتہ اگر اس کو کسی فقیہ نے روزہ فاسد ہونے کا فتویٰ دیا، تو پھر اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے حق میں فقیہ کا فتویٰ دلیلِ شرعی ہے، اور اگر اس کو حدیث پہنچی (جس میں حجامہ کرانے والے، اور حجامہ کرنے والے کے روزہ ٹوٹنے کا ذکر ہے، اور اس نے اس حدیث کی وجہ سے یہ سمجھا کہ اس کا

روزہ ٹوٹ گیا، اوراس کے بعداس نے جان بوجھ کر کھا پی لیا) تو بھی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہے (کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، مفتی کے قول سے کم زور قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اس کے خلاف مروی ہے (یعنی ان کے نزدیک شخصِ مذکور پر مذکورہ صورت میں کفارہ واجب ہے) کیونکہ عامی پر فقہاء کی اقتداء واجب ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے حق میں احادیث کی معرفت حاصل کرنے کا (فقہاء کے علاوہ) دوسرا طریقہ نہیں، اور اگر اس نے اس حدیث کی تاویل کو پہچان لیا، تو پھر (امام ابو یوسف کے نزدیک بھی) کفارہ واجب ہوگا، کیونکہ شبہ دور ہو گیا (الھدایۃ)

امام محمد رحمہ اللہ کا جو قول ہے، وہی بظاہر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول بھی ہے، اور حنفیہ کی ''ظاہرُ الروایۃ'' بھی یہی ہے، امام محمد نے ''کتابُ الاصل'' میں اسی قول کا ذکر کیا ہے، امام ابو یوسف کے قول کا ذکر نہیں کیا۔

نیز بعض حضرات نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول، امام محمد کے مطابق ہی ہونے کی تصریح کی ہے، اور بعض حنفیہ نے اسی قول کے راجح اور صحیح ہونے کی بھی تصریح کی ہے۔

علاوہ ازیں امام محمد کے قول کی دلیل بھی زیادہ قوی ہے، کیونکہ جب مستفتی کے حق میں کسی مفتی کا قول عذر بن سکتا ہے، تو حدیثِ رسول وقولِ رسول، بدرجہ اولیٰ عذر بن سکتی ہے، جیسا کہ ''الھدایۃ'' ہی کی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا۔

اور جب دلیل کے قوی ہونے کے ساتھ ساتھ امام محمد کے ساتھ امام ابو حنیفہ بھی ہوں، تو اس قول کا حنفیہ کے نزدیک راجح ہونا، مزید واضح ہو جاتا ہے۔

''الاقتصاد'' میں ''الھدایۃ'' کی صرف وہ عبارت ذکر کی گئی ہے، جو امام ابو یوسف کی روایت کی دلیل ہے، جس سے بعض لوگوں کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ عامی پر بہرحال متعین مذہب، یا متعین شخص کی تقلید واجب ہے، اور اس کو مجتہد کے قول کے برخلاف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں۔

جبکہ حنفیہ کے اصل اور راجح قول کے مطابق ایسا نہیں ہے، جیسا کہ ''الھــــدایۃ'' کی مکمل عبارات

سے بھی معلوم ہوا۔

امام محمد کی ''کتابُ الاصل'' کا حوالہ

امام محمد رحمہ اللہ نے ''کتابُ الاصل'' میں فرمایا:

احتجم أو قبل امرأته بشهوة أو لامسها بشهوة أو جامعها فيما دون الفرج فلم ينزل فظن أن ذلک يفطره فأفطر متعمدا فعليه القضاء والكفارة .

إن استفتى فقيها أو تأول فيه حديثا أنه قد فطره فعليه القضاء بلا الكفارة(الأصل المعروف بالمبسوط، ج ٢، ص ٢١٣، كتاب الصوم)

ترجمہ: کسی نے حجامہ کرایا، یا بیوی کا شہوت سے بوسہ لیا، یا اس کو شہوت سے چھوا، یا اس سے فرج کے علاوہ کسی اور مقام میں جماع کیا، اور انزال نہیں ہوا، پھر اس نے یہ گمان کیا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، پھر اس نے جان بوجھ کر کھا پی لیا، تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

لیکن اگر اس نے کسی فقیہ سے فتویٰ طلب کیا، یا حدیث سے یہ سمجھا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا (پھر اس نے جان بوجھ کر کھا پی لیا) تو اس پر قضاء واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں ہوگا (کتابُ الاصل)

مذکورہ عبارت میں، زیرِ بحث صورت میں صرف قضاء واجب ہونے کا ذکر ہے، اور کفارہ واجب نہ ہونے کی تصریح ہے، اور امام محمد اور امام ابوحنیفہ کے اختلاف کا ذکر نہیں، بلکہ امام ابویوسف کے قول کا ذکر ہی نہیں، جس سے معلوم ہوا کہ مبحوث فیہ صورت میں حنفیہ کی ظاہرُ الروایۃ کفارہ واجب نہ ہونے کی ہے۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ عامی شخص اگر حدیث پر عمل کرے، تو اس کے حق میں وہ عذر بن جاتی ہے، جس طرح اس کے حق میں فقیہ کا قول عذر بن جاتا ہے، خواہ وہ فقیہ غیر حنفیہ کے مطابق حکم بیان کرے۔

اوراس کی وجہ وہی ہے کہ جس طرح عامی شخص کے حق میں مفتی کا فتویٰ عذر بن جاتا ہے،خواہ وہ مفتی مخطیٔ کیوں نہ ہو،کسی مخصوص مذہب کے مفتی کی قید وشرط کے بغیر،اسی طرح حدیث کا پہنچنا بھی عذر بن جاتا ہے،خواہ وہ حدیث بعض مجتہدین کے نزدیک منسوخ،یا مؤول کیوں نہ ہو۔

’’المبسوط للسرخسی‘‘ کا حوالہ

شمس الائمہ سرخسی (المتوفیٰ:483ھ) نے بھی امام محمد کے اس قول کا ذکر کیا ہے،اور مفتی کے فتوے پر اعتماد والا حکم ہی حدیث پر عمل کا بیان کیا ہے،اوراس کے بعد امام ابو یوسف کی روایت کا ذکر کیا ہے،جس کے ساتھ امام ابو یوسف کی دلیل کا بھی ذکر کیا ہے۔ [1]

’’شرح مختصرُ الطحاوی‘‘ کا حوالہ

ابوبکر جصاص حنفی (المتوفیٰ:370ھ) نے’’شرح مختصرُ الطحاوی‘‘میں فرمایا:

ولیس هذا مثل من احتجم، فظن أن ذلک یفطره، فأكل بعد ذلک متعمدًا، فتكون علیه الكفارة، ولا تصیر الحجامة شبهة فی سقوط الكفارة؛ لأنه لو تعمدها :لم تفطره، وأكل المتعمد یفسد الصوم.

إلا أن یكون سمع الحدیث الذی جاء فی الحجامة، فرأى أن ذلک یفطره، أو أفتاه به مفتٍ، فحینئذ لا تجب الكفارة(شرح مختصر الطحاوی، ج۲،ص ۴۶۴،کتاب الصیام)

---

[1] وعلى هذا لو احتجم فظن أن ذلک فطره فأكل بعد ذلک متعمدا فعلیه القضاء والكفارة؛ لأن ظنه فی غیر موضعه فإن انعدام ركن الصوم بوصول الشیء إلى باطنه ولم یوجد .

إلا أن یكون أفتاه مفتی العامة بأن صومه قد فسد فحینئذ لا كفارة علیه؛ لأن الواجب على العامی الأخذ بفتوى المفتی فتصیر الفتوى شبهة فی حقه، وإن كان خطأ فی نفسه.

وإن كان سمع الحدیث أفطر الحاجم والمحجوم فاعتمد ظاهره.

قال محمد -رحمه الله تعالى :-تسقط عنه الكفارة أیضا كما لو اعتمد الفتوى وعن أبی یوسف -رحمه الله تعالى -أنها لا تسقط؛ لأن العامی إذا سمع حدیثا فلیس له أن یأخذ بظاهره لجواز أن یكون مصروفا عن ظاهره أو منسوخا(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسی، ج۳،ص ۸۰،کتاب الصوم)

ترجمہ: اور یہ اس شخص کے مثل نہیں، جس نے حجامہ کرایا، اور اس نے یہ سمجھا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا، پھر اس نے اس کے بعد جان بوجھ کر کھا پی لیا، تو اس پر کفارہ واجب ہوگا، اور حجامہ، کفارہ ساقط ہونے میں شبہ کا باعث نہیں بنے گا، اس لیے کہ اگر وہ جان بوجھ کر حجامہ کرائے، تو روزہ نہیں ٹوٹتا، اور جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

البتہ اگر اس نے حجامہ کے بارے میں وارد حدیث کو سن لیا، اور اس نے یہ سمجھا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یا اس کو کسی مفتی نے روزہ ٹوٹنے کا فتویٰ دیا (پھر اس نے جان بوجھ کر کھا پی لیا) تو ان دونوں صورتوں میں اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا (شرح مختصرُ الطحاوی)

مذکورہ عبارت میں بھی مفتی کے فتوے کی طرح حدیث سن کر اس کے مطابق عمل کرنے والے کو معذور قرار دیا گیا ہے۔

اس عبارت میں بھی ظاہرُ الروایت کے مطابق حکم مذکور ہے، امام ابو یوسف کے قول اور اختلاف کا ذکر تک بھی نہیں۔

’’المحیطُ البرھانی‘‘ کا حوالہ

’’المحیطُ البرھانی‘‘ میں ہے کہ:

وإذا احتجم، فظن أن ذلک یفطره، فأكل بعد ذلک متعمدا، فإن لم یستفت أحدا، ولا بلغه الخبر الوارد فی هذا الباب، أو بلغه، وعرف نسخه، فعلیه الكفارة، وإن لم یبلغه النسخ، أو استفتی أحدا ممن یؤخذ منه الفقه، ویعتمد علی فتواه، فأفتی أن صومه فاسد، فلا كفارة علیه؛ لأن علی العامی العمل بفتوی المفتی، فإذا فعل كان ذلک معذورا فیما صنع، وإن كان المفتی مخطئا فیما أفتی(المحیط البرھانی فی الفقه النعمانی، ج۲، ص۳۹۷، کتاب الصوم، الفصل التاسع فیما یصیر شبهة فی إسقاط

الکفارۃ)

ترجمہ: اور جب کسی نے حجامہ کرایا، اوراس نے یہ گمان کیا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا، پھر اس نے اس کے بعد جان بوجھ کر کھا پی لیا، تو اگراس نے کسی سے فتویٰ نہیں لیا، اور نہ ہی اس باب میں وارد شدہ حدیث، اس کو پہنچی، یا حدیث تو پہنچی، لیکن اس نے اس کے منسوخ ہونے کو پہچان لیا، تو اس پر کفارہ واجب ہوگا، لیکن اگر اسے اس حدیث کا منسوخ ہونا نہیں پہنچا، یا اس نے کسی ایسے شخص سے فتویٰ طلب کیا، جس سے فقہ کو لیا جاتا ہے، اوراس کے فتویٰ پر اعتماد کیا جاتا ہے، جس نے اس کے روزے کے فاسد ہونے کا فتویٰ دے دیا، تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ عامی شخص کو مفتی کے فتوے پر عمل کرنے کا حکم ہوتا ہے، پس جب اس نے ایسا کرلیا، تو وہ اپنے طرزِ عمل میں معذور شمار ہوگا، اگر چہ مفتی اپنے فتویٰ دینے میں خطاء کار کیوں نہ ہو (المحیطُ البرھانی)

مذکورہ عبارت میں بھی محض حدیث پہنچنے پر کفارہ ساقط ہونے کا حکم ہی ذکر کیا گیا ہے، حدیث کے منسوخ ومؤول ہونے کے علم کا مکلّف نہیں کیا گیا، اور مذکورہ عبارت بھی دوسری عبارات کی طرح عامی شخص کے متعلق ہے، ساتھ ہی مفتی کے فتوے پر اعتماد کو بھی عذر قرار دیا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ وہ مفتی غیر حنفیہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ دینے والا ہی ہوسکتا ہے۔

’’تحفۃُ الفقھاء‘‘ کا حوالہ

’’تحفۃُ الفقھاء‘‘ میں ہے کہ:

فأما إذا احتجم فظن أن ذلک یفطرہ ثم أفطر متعمدا إن استفتی فقیھا فأفتی بالإفطار ثم أفطر متعمدا لا کفارۃ علیہ لأن العامی یجب علیہ تقلید العالم فیصیر ذلک شبھۃ.

ولو بلغہ الحدیث أفطر الحاجم والمحجوم روی الحسن عن أبی حنیفۃ أنہ لا کفارۃ علیہ لأنہ اعتمد علی الحدیث وھو حجۃ فی

الأصل.

وروی عن أبی یوسف أنه تجب علیه الکفارة لأن العامی یجب علیه الاستفتاء من المفتی دون العمل بظاهر الحدیث لأنه قد یکون متروک الظاهر وقد یکون منسوخا فلا یصیر شبهة (تحفة الفقهاء ،ج ا ،ص ۳۶۳، کتاب الصوم)

ترجمہ: پھر جب کسی نے حجامہ کرایا، اوراس نے یہ سمجھا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا، پھر اس نے جان بوجھ کر کھا پی لیا، تو اگر اس نے کسی فقیہ سے استفتاء کیا تھا، جس نے اسے روزہ ٹوٹنے کا فتویٰ دیا تھا، جس کے بعد اس نے جان بوجھ کر کھا پی لیا، تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ عامی شخص پر عالم کی تقلید واجب ہے، جس کی وجہ سے اس کے اوپر کفارہ کے وجوب میں شبہ پیدا ہو گیا۔

اوراگر اسے یہ حدیث پہنچی کہ ''أفطر الحاجم والمحجوم'' تو حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے حدیث پر اعتماد کیا ہے، اوراصل حجت یہی ہے۔

اورامام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہوگا، کیونکہ عامی شخص پر مفتی سے فتویٰ طلب کرنا واجب ہے، نہ کہ ظاہرِ حدیث پر عمل کرنا، کیونکہ بعض اوقات، حدیث کا ظاہر متروک ہوتا ہے، اور بعض اوقات حدیث منسوخ ہوتی ہے، لہٰذا یہ شبہ کا باعث نہیں ہوگا (تحفة الفقهاء)

مذکورہ عبارت میں امام ابوحنیفہ کی روایت کے بھی امام محمد کے مطابق ہونے کی تصریح ہے، اور جب اس مسئلہ کو امام محمد نے ''کتابُ الاصل'' میں بیان کردیا، تو پھر حسن کی روایت کی بھی اتنی ضرورت نہیں رہی۔

''بدائعُ الصنائع'' کا حوالہ

''بدائعُ الصنائع'' میں ہے کہ:

وإن بـلـغه خبر الحجامة وهو المروى عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أفطر الحاجم والمحجوم ؟

روى الـحسـن عـن أبـى حـنيـفة أنـه لا كـفارة عليه لأن ظاهر الحديث واجب العمل به فى الأصل فأورث شبهة.

وروى عـن أبي يوسف أنه تجب عليه الكفارة لأن الواجب على العامى الاستـفتـاء مـن الـمـفتـى لا العمل بظواهر الأحاديث، لأن الحديث قد يـكون منسوخا وقد يكون ظاهره متروكا، فلا يصير ذلک شبهة (بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، ج۲،ص ۱۰۰ ،فصل حكم فساد الصوم)

ترجمہ: اور اگر اس کو حجامہ کی حدیث پہنچی، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مروی ہے کہ ''أفطر الحاجم والمحجوم''

تو حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ بنیادی طور پر حدیث کے ظاہر پر عمل واجب ہوتا ہے، اس لیے اس (کے بعد کھانے پینے کی توجیہ) میں شبہ پیدا ہوگیا۔

اور امام ابویوسف سے مروی ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہوگا، کیونکہ عامی شخص پر مفتی سے فتویٰ طلب کرنا واجب ہے، نہ کہ ظاہرِ حدیث پر عمل کرنا، کیونکہ بعض اوقات حدیث منسوخ ہوتی ہے، اور بعض اوقات حدیث کا ظاہر متروک ہوتا ہے، لہٰذا یہ شبہ کا باعث نہیں ہوگا (بدائع الصنائع)

مذکورہ عبات بھی ''تحفةُ الفقهاء'' کی عبارت کے مطابق ہے۔

''شرحُ النقاية'' کا حوالہ

''شرحُ النقاية'' میں ہے کہ:

فـلـو ظـن الـصائم أن الحجامة مفطرة فتعمد الفطر بعدها قضى و كفر،

لأن الظن ما استند إلى دليل شرعي، إلا إذا أفتاه به فقيه يراها مفطرة، كالحنابلة، وبعض أهل الحديث، فحينئذ لا كفارة عليه، لأن الواجب على العامي الأخذ بفتوى المفتي، فتصير الفتوى شبهة في حقه وإن كانت خطأ في نفسها.

أو سمع الحديث ولم يعرف تأويله على المذهب ، لأن قول الرسول صلى الله عليه وسلم لا يكون أدنى درجة من قول المفتي، وقول المفتي صلح عذرا، فقول الرسول صلى الله عليه وسلم أولى.

وعن أبي يوسف إنها تجب، لأن العامي إذا سمع حديثا فليس له أن يأخذ بظاهره، لجواز أن يكون مصروفا عن ظاهره، أو منسوخا (شرح النقاية،لعلي القاري، ج۲،ص۲۰۵، كتاب الصوم،فصل فيما يفسد الصوم وفيما لا يفسده)

ترجمہ:اگر کسی روزہ دار نے یہ گمان کیا کہ حجامہ کرانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے،اوراس نے جان بوجھ کرحجامہ کے بعد کھا پی لیا،تو وہ اس روزہ کی قضاء بھی کرے گا،اور کفارہ بھی اداء کرے گا، کیونکہ ظن وگمان وہ معتبر ہوتا ہے، جو دلیلِ شرعی پر قائم ہو،مگر یہ کہ اس کو ایسے فقیہ نے روزہ ٹوٹ جانے کا فتویٰ دیا، جو حجامہ کرانے سے روزہ ٹوٹ جانے کا قائل ہو، جیسے حنابلہ اور بعض اہل الحدیث،تو اس صورت میں اس پر کفارہ نہیں ہوگا، کیونکہ عامی پر مفتی کے فتویٰ پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے،تو اس کے حق میں یہ فتویٰ شبہ کا باعث بن گیا،اگرچہ فی نفسہ یہ موقف (عندالحنفیۃ اجتہادی) خطاء پر مبنی ہے۔

یااس نے حدیث سنی،اوراس حدیث کے متعلق اپنے مذہب کی تاویل کو وہ نہیں جانتا تھا،تو ایسی صورت میں بھی کفارہ واجب نہیں ہوگا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا درجہ،مفتی کے قول سے کم نہیں ہوسکتا،اور جب مفتی کا قول اس کے حق میں عذر شمار ہوتا ہے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بدرجۂ اولیٰ اس کے حق میں عذر کا

باعث ہوگا۔

اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہوگا، کیونکہ عامی شخص نے جب حدیث سنی، تو اس کے لیے حدیث کے ظاہر پر عمل کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ اس حدیث کا ظاہر، متروک ہو، یا وہ حدیث منسوخ ہو (شرح النقایۃ)

مذکورہ عبارت میں حنفی کے حق میں حنابلہ، یا اہلُ الحدیث مفتی سے فتوے طلب کرنے، اور اس پر عمل واجب ہونے کا ذکر ہے، جس کی وجہ وہی ہے کہ غیر مجتہد کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، اور اس پر مطلق مجتہد و مفتی کی تقلید واجب ہوتی ہے۔

اور ساتھ ہی مذکورہ عبارت میں یہ بھی ذکر ہے کہ حدیث سننے کے بعد اس پر عمل کا عذر ہونا، مجتہد و مفتی کے قول و فتوے سے زیادہ مؤثر ہے، پھر بعد میں امام ابو یوسف کی روایت اور اس کی دلیل کا ذکر ہے۔ (جاری ہے......)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

’’بھینس‘‘ کی قربانی کا حکم

آج کل بعض لوگ عیدُ الاضحیٰ کے موقع پر بھینس اور بھینسے کی قربانی کے جائز ہونے سے متعلق، عام اور سادہ لوح لوگوں میں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔

حالانکہ گائے کی طرح بھینس کی قربانی بھی بلا شبہ جائز ہے، اور بھینس کی قربانی کے متعلق جو شکوک وشبہات پیش کیے جاتے ہیں، وہ شرعی اعتبار سے زیادہ اہمیت کے حامل نہیں۔

اس لیے بھینس کی قربانی کو ناجائز، خلافِ سنت، یا خلافِ احتیاط کہنے والوں کے قول کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے، اور بھینس اور بھینسے کی قربانی کو بلا تردد وبغیر کھٹک کے انجام دینا چاہیے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے پڑوسی ملک ہندوستان میں وہاں کی ہندو حکومت کی طرف سے گائے کے ذبح وقربانی پر پابندی عائد ہے، جس کی وجہ سے وہاں مسلمانوں کے جملہ مسالک کے علماء وعوام بکثرت گائے کے بجائے، بھینس اور بھینسے کی قربانی کو ایک عرصہ سے انجام دے رہے ہیں، اور ہمارے ملک کے مختلف علاقوں میں بھی اس کا عام رواج ہے، صرف بعض علاقوں کے لوگ غلط فہمی، یا کم علمی کی وجہ سے اس سے اجتناب کرتے، یا اس کو ممنوع ومکروہ سمجھتے ہیں۔

گائے کو عربی زبان میں ’’البقرۃ‘‘ اور بھینس کو عربی زبان میں ’’الجاموس‘‘ کہا جاتا ہے، اور گائے کو انگریزی زبان میں ’’Cow‘‘ اور بھینس کو انگریزی زبان میں ’’Buffalo‘‘ کہا جاتا ہے۔

اہلِ لغت اور فقہائے کرام کا اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ بھینس اور گائے ایک جنس سے تعلق رکھتی ہیں، اور شرعی اعتبار سے اِن کے اکثر احکام میں یکسانیت پائی جاتی ہے، جن میں قربانی کا حکم بھی داخل ہے۔

قدیم زمانے کے عرب میں زیادہ تر اونٹ اور گائے ہوا کرتے تھے، وہاں پر ’’بھینس‘‘ اور ’’بھینسا‘‘ کی پیداوار عام طور پر نہیں تھی، جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ عرب کا زیادہ تر علاقہ صحراء پر مشتمل

تھا، جہاں پانی کی قلت تھی، اور اونٹ اور گائے کے مقابلہ میں ''بھینس'' اور''بھینسا'' پانی والے علاقوں کا جانور ہے، کیونکہ یہ پانی کو پسند کرتا ہے، اسی وجہ سے بھینس کا سائنسی نام'' Water buffalo''یعنی پانی کی بھینس ہے۔

احادیث میں صراحتاً بھینس، یعنی''الجاموس'' کے نام سے قربانی کا ذکرنہیں ملتا، کیونکہ یہ بنیادی طور پر عجمی لفظ ہے، جس کو عربی میں استعمال کیا گیا ہے، لیکن عرب میں اس کے کم یاب ہونے کی وجہ سے زیادہ تر''بقرۃ'' کا نام بول کر اس کو''بقرۃ'' کی جنس میں شامل رکھا گیا ہے، اور بعض آثار میں سائمہ جانوروں کی زکاۃ کے اعتبار سے صراحتاً بھینس کو گائے کے درجہ میں شمار کیا گیا ہے۔ [1]

اسی وجہ سے سائمہ جانوروں کی زکاۃ کے اعتبار سے بھینس کو، گائے کا حکم حاصل ہونے پر، امت کا اجماع ہے۔اور اکثر فقہائے کرام نے قربانی کے احکام کے اعتبار سے بھی بھینس کو گائے کا حکم دیتے ہوئے، اس کی قربانی کو جائز قرار دیا ہے، اور بھینس اور گائے کو ایک جنس کے تحت داخل مانا ہے۔

علامہ ابنِ منذر(المتوفیٰ:319ھ)فرماتے ہیں کہ:

وأجمعوا على أن حكم الجواميس حكم البقر (الاجماع لابن المنذر، ص ۴۵، كتاب الزكاة)

ترجمہ: فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ''بھینس'' کا حکم''گائے'' کا حکم ہے(الاجماع)

ابوالحسن بن قطان(المتوفیٰ:628ھ)فرماتے ہیں کہ:

وأجمعوا أن الجواميس بمنزلة البقر، وأن اسم البقر واقع عليها (الإقناع فى مسائل الإجماع، ج ۱، ص ۲۰۵، كتاب الزكاة، ذكر صدقة البقر)

ترجمہ: اور فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھینس، گائے کے درجہ میں ہے، اور گائے کا نام بھینس پر بھی بولا جاتا ہے(الاقناع)

---

[1] حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّهُ كَانَ يقول :الجواميس بمنزلة البقر(مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الرواية ۱۰۸۴۸، فى الجواميس تعد فى الصدقة)

أنا عبد الله بن صالح، حدثنى الليث بن سعد، حدثنى عقيل، عن ابن شهاب، أن عمر بن عبد العزيز، كتب أن تؤخذ، صدقة الجواميس كما تؤخذ صدقة البقر(الأموال لابن زنجويه، رقم الرواية ۱۴۹۳)

أنا يحيى بن يحيى، أخبرنا سعيد بن رزيق، قال :سئل عطاء الخراسانى عن صدقة الجواميس، فقال :هى بمنزلة البقر(الأموال لابن زنجويه، رقم الرواية ۱۴۹۴)

اسحاق بن راہویہ(المتوفیٰ:238ھ)فرماتے ہیں کہ:

قلت :الجواميس تجزء عن سبعة؟قال :لا أعرف خلاف هذا.
قال الحسن :تذبح عن سبعة.قال إسحاق :كما قال (مسائل الإمام أحمد بن حنبل وإسحاق بن راهويه، رقم المسئلة ٢٨٦٥)

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ بھینس کی سات افراد کی طرف سے قربانی جائز ہے؟ توامام احمد نے فرمایا کہ میرے علم کے مطابق اس کے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، حضرت حسن نے بھی یہی فرمایا کہ بھینس کوسات افراد کی طرف سے ذبح کیا جائے گا، اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ ان کا قول بھی امام احمد کے مطابق ہے(مسائل الامام احمد بن حنبل)

مذکورہ تینوں عبارات سے معلوم ہوا کہ گائے اور بھینس کوفقہائے کرام نے ایک درجہ میں داخل مانا ہے، اوراس پران کا اجماع واتفاق ہے۔

قاضی عیاض(المتوفیٰ:544ھ) صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

والجاموس :ضرب من البقر.قال ابن دريد في الجمهرة :جاموس أعجمي، وقد تكلمت به العرب (إِكمَالُ المُعْلِمِ بفَوَائِدِ مُسْلِم، لِلقَاضِي عِيَاض، ج١، ص٢٨٨، باب بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ: اور بھینس، گائے کی قسم ہے، ابنِ درید نے (لغت کی کتاب)''الجمهرة''میں فرمایا کہ''جاموس'' عجمی لفظ ہے، اہلِ عرب نے بھی اس لفظ کواستعمال کیا ہے(اکمال المعلم)

ابنِ ملقن (المتوفیٰ:804ھ) صحیح بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

والجاموس :ضرب من البقر، وقيل :أعجمي تكلمت به العرب (التوضيح لشرح الجامع الصحيح، لابن الملقن، ج٢، ص٢٨٩)

ترجمہ: اور بھینس، گائے کی قسم ہے، اورایک قول یہ ہے کہ''جاموس'' عجمی لفظ ہے، اہلِ عرب نے اس لفظ کواستعمال کیا ہے(التوضیح)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی(المتوفیٰ:1052ھ) مشکاۃ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

والجاموس نوع من البقر، ويجوز من جميع هذه الأقسام الثني وهو المراد بالمسنة (لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، ج٣، ص٥٧٣، باب في الأضحية)

ترجمہ: اور جاموس، گائے کی قسم میں داخل ہے، اور ان تمام اقسام کے جانوروں کی قربانی جائز ہے، جبکہ وہ دوسال کے ہوں ''مسنۃ'' سے یہی مراد ہے (لمعات التنقیح)

علامہ عینی (المتوفیٰ:855ھ) صحیح بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

والجاموس ضرب من البقر وقيل أعجمي تكلمت به العرب (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج ۱، ص ۵۳، کتاب الإیمان)

ترجمہ: اور بھینس، گائے کی قسم ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ''جاموس'' عجمی لفظ ہے، اہلِ عرب نے اس لفظ کو استعمال کیا ہے (عمدۃ القاری)

مطلب یہ ہے کہ جاموس، بھی گائے کی قسم ہے، اور یہ لفظ عجمی یعنی غیر عربی ہے، اس لیے عرب میں اس کا زیادہ استعمال نہیں ہوا، لیکن پھر بھی عربی زبان میں اس کا کسی درجہ میں استعمال ہوا ہے، اور غالباً اسی وجہ سے قرآن وسنت میں اس لفظ کا استعمال نہیں ہوا، البتہ ''بقرۃ'' کا لفظ استعمال ہوا، جس میں ''جاموس'' بھی داخل ہے، جس طرح ''بقرۃ'' کی دوسری انواع داخل ہیں۔

''الموسوعۃ الفقهیۃ الکویتیۃ'' میں ہے کہ:

''بقر''التعريف :البقر :اسم جنس .قال ابن سيده :ويطلق على الأهلي والوحشي، وعلى الذكر والأنثى، وواحده بقرة، وقيل :إنما دخلته الهاء لأنه واحد من الجنس .والجمع :بقرات، وقد سوى الفقهاء الجاموس بالبقر فی الأحكام، وعاملوهما كجنس واحد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸، ص ۱۵۸، مادة''بقر'')

ترجمہ: بقر کی تعریف: بقر اسمِ جنس ہے، ابنِ سیدہ نے فرمایا کہ یہ لفظ پالتو، اور وحشی، اور نرومادہ دونوں کے لئے بولا جاتا ہے، جس کا واحد ''بقرہ'' ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس پر ''ہا'' اس لئے داخل ہوئی، کیونکہ یہ جنس کا واحد ہے، اور اس کی جمع ''بقرات'' آتی ہے، اور فقہاء نے جاموس (یعنی بھینس) کو شرعی احکام میں ''بقر'' کے برابر قرار دیا ہے، اور فقہاء نے بقرہ، اور بھینس دونوں کے ساتھ، ایک جنس والا معاملہ کیا ہے (الموسوعۃ الفقهیۃ)

''الموسوعة الفقهية الكويتية''میں ہی ایک مقام پر ہے کہ:

والبقر نوعان :البقر المعتاد، والجواميس (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۳، ص ۲۵۹،مادة''زكاة'')

ترجمہ:اور بقر کی دو انواع ہیں،ایک معروف بقر،اور دوسرے جوامیس(الموسوعة الفقهية)

فقہ حنفی کی مشہور درسی کتاب''الهداية''میں ہے کہ:

فأما البقر والجواميس جنس واحد (الهداية فی شرح بداية المبتدی، ج۳ص۶۵، كتاب البيوع، باب الربا)

ترجمہ:پس بقر اور جوامیس ایک جنس ہیں(الہدایہ)

علامہ عینی''منحةُ السلوک''میں فرماتے ہیں کہ:

(والجواميس والبقر سواء) لأنها نوع منه، فتتناولهما النصوص الواردة باسم البقر، بخلاف ما إذا حلف لا يأكل لحم البقر، حيث لا يحنث بأكل الجاموس، لأن مبنى الأيمان على العرف، وفى العادة أوهام الناس لا يسبق إليه (منحة السلوک فی شرح تحفة الملوک للعينی، ص۲۲۷، كتاب الزكاة)

ترجمہ:اور جوامیس اور بقر، برابر ہیں، کیونکہ جوامیس، بقر کی نوع ہے،لہٰذا جوامیس اور بقر دونوں کو وہ نصوص شامل ہوں گی، جو بقر کے نام کے ساتھ وارد ہوئی ہیں، بخلاف اس صورت کے، جبکہ کوئی یہ قسم کھائے کہ وہ بقر کا گوشت نہیں کھائے گا،تو وہ جاموس کا گوشت کھانے سے حانث نہیں ہوگا، کیونکہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہوا کرتا ہے،اور عرف وعادت میں لوگوں کے اذہان اس کی طرف سبقت نہیں کرتے(منحۃ السلوک)

اس سے معلوم ہوا کہ بھینس، بقر کی جنس میں داخل اور اس کی ایک نوع ہے،اور''قسم'' کے خاص مسئلہ میں عرف کی وجہ سے فرق کیا گیا ہے، کیونکہ''قسم'' کا بڑا مدار عرف پر ہوتا ہے۔

فقہ حنفی کی معروف کتاب''المبسوط للسرخسی''میں ہے کہ:

والجواميس بمنزلة البقر (المبسوط للسرخسی، ج۲ص۱۸۸، كتاب الزكاة، باب زكاة البقر)

ترجمہ: اور جوامیس، بقر کے درجہ میں ہے (المبسوط)

فقہ حنفی کی کتاب ''الاختیار لتعلیل المختار'' میں ہے کہ:

البقر والجواميس جنس (الاختيار لتعليل المختار، ج ۲ ص ۳۳، كتاب البيوع، باب الربا)

ترجمہ: بقر اور جوامیس ایک جنس ہے (الاختیار)

فقہ حنفی ہی کی کتاب ''اللباب فی شرح الکتاب'' میں ہے کہ:

(والجواميس والبقر سواء) لاتحاد الجنسية؛ إذ هو نوع منه، وإنما لم يحنث بأكل الجاموس إذا حلف لا يأكل لحم البقر لعدم العرف (اللباب في شرح الكتاب لعبد الغني الميداني، ج ا ص ۱۴۲، كتاب الزكاة، باب صدقة البقر)

ترجمہ: اور جوامیس اور بقر، برابر ہیں، جنس کے متحد ہونے کی وجہ سے، کیونکہ جوامیس، بقر کی نوع ہے، البتہ جاموس کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا، جبکہ وہ بقر کا گوشت نہ کھانے کی قسم کھائے، عرف نہ ہونے کی وجہ سے (اللباب فی شرح الکتاب)

معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک بھینس کی قربانی کے جواز میں شبہ نہیں۔

فقہ شافعی کی مشہور کتاب ''المجموع شرحُ المہذب'' میں ہے:

البقر جنس ونوعاه الجواميس والعراب (المجموع شرح المهذب، ج۵، ص ۴۲۶، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم)

ترجمہ: ''بقر'' جنس ہے، اور اس کی دو انواع ہیں، ایک جوامیس، اور دوسرے عراب (یعنی عربی گائے) (المجموع شرح المہذب)

مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر ہے:

وجميع أنواع البقر من الجواميس والعراب والدربانية (المجموع شرحُ المهذب، ج۸ ص ۳۹۳، باب الاضحية)

ترجمہ: اور بقر کی تمام انواع مثلاً جوامیس، عراب (یعنی عربی گائے) اور دربانیۃ (ایک خاص قسم کی کوہان والی گائے) کی قربانی جائز ہے (المجموع شرح المہذب)

اس قسم کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک بھی بھینس کی قربانی جائز ہے، اور بھینس

کو''بقرہ'' کا حکم حاصل ہے۔

فقہ مالکی کی کتاب''شرح مختصر خلیل''میں ہے کہ:

من البقر الجاموس(شرح مختصر خلیل للخرشی،ج۲،ص ۴۱۹،باب الزکاۃ)

ترجمہ:''بقر''میں''جاموس'' بھی داخل ہے(شرح مختصر خلیل)

فقہ مالکی کی کتاب''شرح مختصر خلیل'' کی شرح''منحُ الجلیل''میں ہے کہ:

ففی صحیح البخاری فی کتاب الذبائح ما یفید أن البقر تذبح وتنحر ، وفی ابن عبد السلام أن النبی (نحر عن أزواجه البقر)وروی (ذبح عن أزواجه البقر) ومنه الجاموس (منح الجلیل شرح مختصر خلیل، ج۵،ص ۱۱۸ ،باب الزکاۃ)

ترجمہ: پس صحیح بخاری کی''کتابُ الذبائح '' سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ گائے کا ذبح اور نحر کیا جائے گا،اورابنِ عبدالسلام میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کا نحر کیا،اور یہ بھی مروی ہے کہ اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کو ذبح کیا،اور''بقر''میں''جاموس'' بھی داخل ہے(منح الجلیل)

اس قسم کی عبارات سے مالکیہ کے نزدیک بھی بھینس کی قربانی کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

فقہ حنبلی کی کتاب''مطالبُ اولی النھیٰ''میں ہے کہ:

(البقر والجاموس) نوعا (جنس) واحد (مطالب اولی النھی فی شرح غایۃ المنتھی، ج۳ص ۱۶۱ ، کتاب البیع،باب الربا والصرف)

ترجمہ: بقر اور جاموس،نوع ہیں، جو جنسِ واحد میں داخل ہیں (مطالب اولی النھی)

امام احمد کے حوالہ سے بھینس کی قربانی کے جواز میں اختلاف نہ ہونے کا ذکر پہلے نقل کیا جاچکا ہے، معلوم ہوا کہ حنابلہ کے نزدیک بھی بھینس کی قربانی جائز ہے۔

سعودی عرب کے فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین (المتوفی:1421ھ) سے بھینس کے متعلق سوال کیا گیا،جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ:

الجاموس نوع من البقر، واللہ عز وجل ذکر فی القرآن المعروف عند

العرب الذين يحرمون ما يريدون، ويبيحون ما يريدون، والجاموس ليس معروفا عند العرب (مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين، ج٢٥، ص٣٤، الهدى والأضحية)

ترجمہ: جاموس، بقر کی نوع ہے (لہٰذا اس کی قربانی جائز ہے) اور اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں عرب کے نزدیک مشہور ان لوگوں کا ذکر کیا ہے، جن جانوروں کو وہ چاہتے تھے، ان کو حرام قرار دے دیتے تھے، اور جن جانوروں کو وہ چاہتے تھے، حلال قرار دے دیتے تھے، اور جاموس، عرب کے نزدیک مشہور نہیں تھا (اس لیے اس کا الگ سے ذکر نہیں کیا گیا) (مجموع فتاویٰ ورسائل)

معلوم ہوا کہ سعودی عرب کے علماء بھی بھینس کی قربانی کو جائز قرار دیتے ہیں۔

مذکورہ محدثین، اور مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے فقہاء واہلِ علم حضرات نے مندرجہ بالا عبارات میں جو حکم بیان فرمایا، وہ عرف ولغت کے عین مطابق بیان فرمایا، جس کی تائید میں چند اہلِ لغات کی عبارات وحوالہ جات بھی ملاحظہ فرما لیے جائیں۔

ابوالحسن ابنِ سیدہ مرسی (المتوفیٰ:458ھ) اپنی لغت سے متعلق تالیف ''**المحکم والمحیط الاعظم**'' میں فرماتے ہیں کہ:

والجاموس :نوع من البقر (المحكم والمحيط الأعظم، ج٧، ص٢٨٣، مقلوبه ج م س)

ترجمہ: اور ''جاموس'' بقر کی قسم ہے (المحکم والمحیط الاعظم)

عربی لغت کی مشہور کتاب ''**لسانُ العرب**'' میں ہے کہ:

والجاموس :نوع من البقر، دخيل، وجمعه جواميس، فارسي معرب (لسان العرب، لابن منظور، ج٦، ص٤٣، فصل الجيم)

ترجمہ: اور جاموس، بقر کی قسم ہے، یہ لفظ عربی میں داخل کیا گیا ہے، جس کی جمع جوامیس آتی ہے، یہ فارسی کا لفظ ہے، جس کو عربی زبان میں لیا گیا ہے (لسان العرب)

عربی لغت کی مشہور کتاب ''**تاجُ العروس**'' میں ہے کہ:

الجاموس :نوع من البقر، م، معروف، معرب كاوميش، وهي فارسية،

ج الجواميس، وقد تكلمت به العرب(تاج العروس من جواهر القاموس،للزّبيدى، ج١٥،ص٥١٣،مادة"جمس")

ترجمہ:اور جاموس، بقر کی قسم ہے، جو کہ معروف ہے،اور معرب (یعنی عربی میں لیا گیا لفظ) ہے جیسا کہ"اومیش"اور یہ دراصل فارسی زبان کا لفظ ہے،جس کی جمع جوامیس آتی ہے،اور اہلِ عرب نے اس لفظ کو استعمال کیا ہے(تاج العروس)

ایک اور عربی لغت کی مشہور کتاب"المعجمُ الوسیط"میں ہے کہ:

(الجاموس) حيوان أهلى من جنس البقر(المعجم الوسيط، ج١، ص١٣٤،باب الجيم)

ترجمہ: جاموس، پالتو جانور ہے، جو بقر کی جنس سے تعلق رکھتا ہے(المعجم الوسیط)

"قاموس عربی فرنسی انجلیزی"میں ہے کہ:

جامُوس: -حَيَوَان أَهْلِيّ مِن جِنْس الْبَقَر يُرَبَّى لِدَرّ اللَّبَن وَالْحَرْث،

ترجمة فرنسيةbuffle -:(قاموس عربى -فرنسى -إنجليزى، ج٣،ص٣٣٩)

ترجمہ:"جاموس"پالتو جانور ہے،جس کا"بقر"کی جنس سے تعلق ہے،اس کو دودھ اور کھیتی کے لیے پالا جاتا ہے، اور اس کو فرانسی زبان میں"Buffle"کہا جاتا ہے(قاموس عربی فرنسی انجلیزی)

اہلِ حدیث سلسلہ کے معروف عالم علامہ مبارک پوری صاحب"مرعاةُ المفاتيح"میں فرماتے ہیں:

وأما الجاموس فمذهب الحنفية وغيرهم جواز التضحية به، قالوا :لأن الجاموس نوع من البقر، ويؤيد ذلك أن الجاموس فى الزكاة كالبقرة، فيكون فى الأضحية أيضا مثلها، ويذكرون فى ذلك حديثا صريحا أورده المناوى فى كنوز الحقائق بلفظ :الجاموس فى الأضحية عن سبعة، وعزاه الديلمى فى مسند الفردوس.

والأمر عندى ليس واضحا كما زعموا.

فإنهم قد اعترفوا بأن الجاموس فى ما يتعارف الناس نوع آخر غير البقر لما بينهما من الاختلاف العظيم فى الظاهر والمخبر، ولذلك

صرحوا بأن من حلف أن لا يأكل لحم البقر فأكل لحم الجاموس لا يكون حانثا، وإن حلف بالطلاق لم تطلق زوجته بأكل لحم الجاموس.
وأما ما ينسب إلى بعض أهل اللغة أنه قال :إن الجاموس نوع أو ضرب من البقر، فالظاهر أنه وقع منه التساهل فى ذلک.والأصل فيه أن يقال :الجاموس كالبقرة أو بمنزلة البقرة كما روى ابن أبى شيبة عن الحسن أنه قال :الجاموس بمنزلة البقر، وعلى هذا فليس الجاموس من البقر.ولعله لما رأى الفقهاء مالكا والحسن وعمر بن عبد العزيز وأبايوسف وابن مهدى ونحوهم أنهم جعلوا الجاموس فى الزكاة كالبقر فهم من ذلک أن الجاموس ضرب من البقر، فعبر عن ذلک بأنه نوع منه. ولا يلزم من كون الجاموس فى الزكاة كالبقر أن يكون فى الأضحية مثلها، كما لا يخفى .وأما الحديث المذكور فليس مما يعرج عليه لما لا يعرف حاله.والأحوط عندى أن يقتصر الرجل فى الأضحية على ما ثبت بالسنة الصحيحة عملا وقولا وتقريرا، ولا يلتفت إلى ما لم ينقل عن النبى -صلى الله عليه وسلم - ولا الصحابة والتابعين -رضى الله عنهم . ومن اطمأن قلبه بما ذكره القائلون باستنان التضحية بالجاموس ذهب مذهبهم ولا لوم عليه فى ذلک.هذا ما عندى والله أعلم (مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۵،ص ۸۲،باب فى الأضحية)

ترجمہ: جہاں تک جاموس (یعنی بھینس) کا تعلق ہے،تو حنفیہ اور دوسرے حضرات کا مذہب یہ ہے کہ بھینس کی قربانی جائز ہے،ان حضرات کا فرمانا ہے کہ بھینس دراصل ''بقرۃ'' (یعنی گائے) کی نوع سے تعلق رکھتی ہے،جس کی تائیداس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بھینس کوسائمہ جانوروں کی زکاۃ میں بقرۃ کاحکم دیا گیا ہے،پس قربانی میں بھی ایسا ہی حکم ہونا چاہیے۔

اوران حضرات نے اس بارے میں ایک صریح حدیث کوبھی ذکر کیا ہے،جس کومناوی نے''کنوز الحقائق ''میں نقل کیا ہے کہ''جاموس کی قربانی،سات افراد کی طرف

سے جائز ہے‘‘ اور دیلمی نے اس حدیث کو مسند فردوس کی طرف منسوب کیا ہے۔

لیکن میرے نزدیک یہ معاملہ واضح نہیں، جیسا کہ ان حضرات نے گمان کیا ہے۔

کیونکہ ان حضرات نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ بھینس کو لوگ، عرف میں بقرۃ سے الگ نوع سمجھتے ہیں، کیونکہ ان کے مابین اس کے ظاہر میں، اور خبر دینے والے میں شدید اختلاف ہے، اسی وجہ سے ان حضرات نے تصریح کی ہے کہ جس نے یہ قسم کھائی کہ وہ بقرہ کا گوشت نہیں کھائے گا، پھر اس نے بھینس کا گوشت کھالیا، تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، اور اگر اس نے بیوی کی طلاق کی قسم کھائی، تو بھینس کا گوشت کھانے سے اس کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی۔

اور جو بعض اہلِ لغت کی طرف جو یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ بھینس، بقرہ کی نوع ہے، یا بقر کی قسم ہے، تو بظاہر یہ تساہل واقع ہوا ہے۔

اور اصل یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ بھینس، بقرہ کی طرح، یا بقرہ کے درجہ میں ہے، جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ بھینس، بقرہ کے درجہ میں ہے، لیکن اس کی رو سے، بھینس، بقرہ میں سے نہیں ہوگی۔

اور شاید جب فقہاء نے امام مالک اور حسن، اور عمر بن عبدالعزیز، اور ابو یوسف، اور ابن مہدی، اور دوسرے حضرات کو دیکھا کہ انہوں نے سائمہ جانوروں کی زکاۃ میں بھینس کو، بقرہ کی طرح قرار دے دیا، تو انہوں نے اس کو بقرہ کی نوع ہونے سے تعبیر کردیا۔

لیکن بھینس کے زکاۃ کے باب میں بقرہ کی طرح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قربانی میں بھی بقرہ کی طرح ہو، جیسا کہ مخفی نہیں۔ جہاں تک مذکورہ حدیث کا تعلق ہے، تو اس پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس کی حالت کا علم نہیں۔ البتہ جس شخص کا دل بھینس کی قربانی کو سنت قرار دینے والوں کے قول پر مطمئن ہو، اور وہ ان کے مذہب پر عمل کرلے، تو اس کے عمل پر ملامت نہیں کی جاسکتی۔ اور میرے نزدیک زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ آدمی قربانی میں اس چیز پر اکتفاء کرے، جس کا ثبوت ’’سنتِ صحیحہ سے ‘‘، عملی، قولی اور تقریری طور پر ثابت ہے، اور اس کی طرف التفات نہ کیا جائے، جو نہ تو

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو، نہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے منقول ہو۔

میرے نزدیک یہی حکم ہے، اور اللہ زیادہ جانتا ہے (مرعاۃ المفاتیح)

علامہ مبارک پوری نے مذکورہ عبارت میں جو بھینس کی قربانی کے متعلق شبہات ذکر کیے ہیں، اس طرح کے شکوک وشبہات کو لے کر آج کل بعض لوگ بھینس کی قربانی میں تردد وتامل کا اظہار کرتے ہیں، اور بعض تو صاف طور پر اس کی قربانی کے جائز ہونے کا ہی انکار کر بیٹھتے ہیں، حالانکہ اس طرح کے شکوک وشبہات کے کئی اہلِ علم حضرات نے شافی جوابات بیان فرمادیئے ہیں، جن میں بہت سے اہلِ حدیث سلسلہ کے اہلِ علم بھی شامل ہیں۔

یہ کہنا درست نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے بھینس کی قربانی نہیں کی، لہٰذا اس کی قربانی سے احتراز بہتر ہے اور یہ احوط واولیٰ ہے۔

یہ بات معلوم ہوچکی کہ بھینس، دراصل گائے کی جنس سے ہی تعلق رکھتی ہے، پھر یہ احتیاط صرف گائے کی ایک مخصوص نوع " بھینس" ہی کے بارے میں کیوں ملحوظ رکھی جائے؟ ان کو چاہیے کہ گائے کی جو نسلیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے قربانی میں ذبح کیں، صرف ان کے ہی سنت ہونے پر اکتفاء کیا جائے، اور دوسری نسلوں کی طرف التفات نہ کیا جائے۔

کیا بھینس کے علاوہ موجودہ دور میں پائے جانے والی گائے کی تمام نسلیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے قربانی میں ذبح کی تھیں؟ اس طرح تو دیسی، ولائتی، فارسی، افریقی، تمام قسم کی گائے کی قربانی سے احتراز کرنا ہوگا، اور اسی طرح بھیڑ وبکری اور اونٹ کا بھی معاملہ ہوگا۔ پھر ہر شخص قربانی کے لیے عربی گائے، عربی اونٹ، عربی بھیڑ اور عربی بکرا کہاں سے لائے گا؟ اور اگر کوئی عربی نسل کا جانور تلاش بھی کرلے، تو اس کو پھر یہ تحقیق کرنا پڑے گی کہ یہ بعینہٖ اسی نسل سے ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے قربانی کی تھی، یا بعد میں پیدا ہونے والی کوئی نسل ہے؟

پھر یہ احتیاط والی بات اس لیے بھی عجیب ہے کہ اگر بھینس، گائے میں داخل نہیں، تو اس کی قربانی سرے سے جائز ہی نہیں، اور اگر یہ گائے میں داخل ہے، تو اس کی قربانی بالکل جائز ہے، اس میں کوئی درمیانی راستہ نہیں۔

پس جب بھینس، دراصل گائے کی ایک نوع ہے، تو اس کی قربانی بالکل جائز ہے، اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بعض فقہاء نے قسم وغیرہ کے مسائل میں بھینس کو بقرۃ سے الگ نوع شمار کیا ہے، تو اس کا جواب خود اُن فقہاء کی عبارات میں موجود ہے۔

کیونکہ اولاً تو یہ بعض حضرات کا قول ہے، جبکہ بعض حضرات، قسم کے باب بھی دونوں کو ایک شمار کرتے ہیں، اور بعض حضرات نے یہ صراحت کی ہے کہ یہ حکم اُن علاقوں میں ہے، جہاں کے عرفِ عام میں بقر، کا لفظ بھینس کو شامل نہ ہو، اور قسم کا مدار عرف پر ہوا کرتا ہے۔ [1]

''بدایۃُ المبتدی'' کی شرح ''الھدایۃ'' میں ہے کہ:

"والجواميس والبقر سواء "لأن اسم البقر يتناولهما إذ هو نوع منه إلا أن أوهام الناس لا تسبق إليه في ديارنا لقلته فلذلک لا يحنث به في يمينه لا يأكل لحم بقر والله أعلم (الهداية في شرح بداية المبتدى، ج ا ص۹۸، كتاب الزكاة، فصل في البقر)

ترجمہ: اور جوامیس اور بقر برابر ہیں، کیونکہ بقر کا نام، ان دونوں کو شامل ہے، پس جوامیس، بقر ہی کی نوع ہے، تاہم لوگوں کے اذہان، ہمارے علاقوں میں اس کی طرف سبقت نہیں کرتے، اس کے قلیل ہونے کی وجہ سے، تو اس وجہ سے وہ شخص جس نے یہ قسم کھائی کہ وہ بقر کا گوشت نہیں کھائے گا، تو وہ جوامیس کا گوشت کھانے سے اپنی قسم میں حانث نہیں ہوگا، واللہ أعلم (الہدایۃ)

فقہ حنفی کی بعض دوسری کتب میں بھی اس پر کلام کیا گیا ہے، اور مذکورہ شبہ کا معقول جواب دیا گیا ہے۔

جبکہ اس سلسلہ میں بعض عبارات پہلے ذکر کی جا چکی ہیں۔

ممبئی، ہندوستان کی صوبائی جمعیت اہلِ حدیث کی طرف سے ایک مفصل ومدلل رسالہ ''بھینس کی قربانی، ایک علمی وتحقیقی جائزہ'' کے نام سے شائع ہوا ہے، جس کو ''ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ

---

[1] ولو حلف لا يأكل لحم البقر فأكل لحم الجواميس لا يحنث لأن أوهام الناس لا تنصرف إليه عند ذكر البقر والأيمان محمولة على معاني كلام الناس وجمعه في باب الزكاة لا يدل على أنه من نوعه في باب اليمين فصار في الزكاة كالعنز يضم إلى الضأن والكبش إليي، ج ۲۲، ص ۴۲، باب ما جاء من المسائل اللغوية)

سنابلی مدنی'' نے تالیف کیا ہے، اور اس کا ''پیشِ لفظ'' امیر صوبائی جمعیت اہلِ حدیث ممبئی، شیخ عبدالسلام سلفی نے تحریر کیا ہے۔اس رسالہ میں تعصب وتحزب سے بالاتر ہوکر مفصل ومدلل انداز میں بھینس کی قربانی کے حلال اور جائز ہونے پر کلام کیا گیا ہے، اور اس سلسلہ میں پیش کیے جانے والے مختلف شبہات واعتراضات کا باحوالہ شافی جواب تحریر کیا گیا ہے۔

اس رسالہ میں ایک مقام پر متعدد حوالہ جات وعبارات ذکر کرنے کے بعد مذکور ہے کہ:

ساری باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ گائے اور بھینس کی تعریف کرتے ہوئے اہلِ علم نے گائے کی تعریف میں بھینس کو شامل کیا ہے، اور بھینس کی تعریف میں بصراحت کہا ہے کہ وہ گائے کی جنس سے ہے، اور ان تصریحات میں ان کا کوئی معارض ومخالف بھی نہیں ہے، لہٰذا اس سے دونوں کی یکسانیت اور اتحادِ جنس میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا (بھینس کی قربانی ایک علمی وتحقیقی جائزہ، ص ۷۰، دوسری فصل: گائے اور بھینس کی حقیقت، ناشر: شعبہ نشر واشاعت، صوبائی جمعیت اہلِ حدیث، ممبئی، ہندوستان، سنِ اشاعت: ذوالقعدۃ ۱۴۳۷ھ، اگست 2016ء)

مذکورہ رسالہ میں بھینس کی قربانی کے متعلق دو اقوال کے بعد تیسرا قول اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ:

بھینس کی قربانی جائز ہے، کیونکہ وہ گائے ہی کی ایک نوع ہے، جو فارس وغیرہ عجمی علاقوں میں پائی جاتی تھی، لہٰذا وہ بھی ''بھیمۃُ الانعام'' میں داخل ہے، البتہ عہدِ رسالت میں یہ نسل عرب، بالخصوص حجاز میں موجود ومتعارف نہ تھی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے اس نوع کی قربانی کا ثبوت نہیں ملتا، جبکہ بعد میں عرب، گائے کی اس نوع ونسل سے متعارف ہوئے، اور علمائے لغت عرب، مفسرین، محدثین وشارحینِ حدیث اور فقہائے امت، بالخصوص ائمۂ اربعہ اور ان کے مسالک کے علماء نے اسے متفقہ طور پر گائے کی نوع قرار دیا، اور بعینہٖ گائے کے حکم کے مطابق اس کی قربانی کی، اس میں زکاۃ کو فرض رکھا، اور تاریخ کے ہر دور میں اسے بڑی تعداد میں پالا ،بھینس کے گائے کی نوع ہونے اور دونوں کے حکم کی یکسانیت پر علمائے امت کا اجماع

منقول ہے، لہٰذا بھینس کی قربانی جائز ہے۔ راجح: (مذکورہ) تینوں اقوال میں راجح قول یہ ہے کہ بھینس کی قربانی جائز ہے، جبکہ نتیجہ کے اعتبار سے احتیاط کے قول کا مدعا بھی جواز ہے، ورنہ اگر عدمِ جواز پر اطمینان اور شرح صدر ہو، تو عدمِ جواز کی تصریح سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ سابقہ فصلوں کی تفصیلات سے یہ بات روشن ہے کہ بھینس فارسیُ النسل، یا عجمیُ النوع، گائے ہی کی ایک قسم ہے، تو بدیہی طور پر بھینس کا ''بھیمۃُ الانعام'' میں ہونا ثابت ہوگیا، اور قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عملاً گائے کی قربانی ثابت ہے، جیسا کہ مائی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائہ البقرہ'' (صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب کیف کان بدء الحیض، ۱/۶۶، حدیث ۲۹۴، و۵۵۴۸، و۵۵۵۹، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان وجوہ الاحرام، حدیث ۱۲۱۱)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی''

تو بھینس کی حلت کے ساتھ اس کی قربانی کے جواز میں کوئی شک باقی نہیں رہ گیا (بھینس کی قربانی ایک علمی وتحقیقی جائزہ، ص ۴۳و۴۷، تیسری فصل: بھینس کی حلت اور قربانی کا حکم، ناشر: شعبہ نشر واشاعت، صوبائی جمعیت اہلِ حدیث، ممبئی، ہندوستان، سنِ اشاعت: اگست 2016ء)

مذکورہ رسالہ میں ہی اہلِ حدیث کے مشہور عالم مولانا عبد القادر حصاری ساہیوال کے حوالہ سے مذکور ہے کہ:

مجھے ملکِ پنجاب کے دو فاضلوں اور محدثوں پر تعجب ہوا کہ بھینس کے بارے میں فقہاء کے مقابلہ میں بہت الجھے ہیں، ایک مولانا حافظ عبد اللہ مرحوم روپڑی، اور دوسرے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب محدث مبارک پوری۔

دونوں بزرگوں نے مسئلہ زکاۃ میں تو گایوں کے ساتھ بھینس کو شامل کرلیا، اور مسئلہ قربانی میں بھینس کو گائے سے الگ کر دیا۔

بندہ راقم الحروف اپنے علم اور تحقیق پر تو ان دو بزرگ علاموں کے علم اور تحقیق کو ترجیح دے سکتا ہے، لیکن فقہائے سابقین کے مقابلہ میں نہیں دے سکتا کہ وہ علم وعمل وفقاہت

میں ان سے فائق تھے، اور وہ اہلِ عرب تھے، اور یہ ہر دو محققین عجمی ہیں۔

مولانا عبیداللہ صاحب محدث مبارک پوری نے مشکاۃ کی شرح ''مرعاۃُ المفاتیح '' میں حنفیہ کا مذہب مدلل بیان فرما کر، پھر تنقید اور جرح شروع کردی، فرماتے ہیں ''والأمر لیس عندی واضح ''یعنی''حنفیہ کا مسلک اور استدلال واضح نہیں ہے'' پھر تبصرہ یوں کرتے ہیں''حنفیہ کو یہ اعتراف ہے کہ لوگوں کے عرفِ عام میں بھینس، گائے سے غیر جنس ہے کہ بظاہر دونوں کی شکل وصورت حلیہ میں اختلافِ عظیم ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ الزام، حنفیہ پر غلط ہے، اوپر کے بیان میں ہدایہ کے حوالہ سے یہ گزر چکا ہے کہ بھینس اور گائے کی ایک ہی جنس ہے، اور وہ حکم میں برابر ہے، باقی رہا مولانا کا یہ فرمان کہ گائے اور بھینس کے حلیہ اور شکل میں تفاوت ہے، سو یہ شبہ اہلِ حدیث کو بھی ہوسکتا ہے کہ بکری، بکرا، اور بھیڑ، دنبہ، چھترا سب کو کھڑا کر کے انصاف کرلیں کہ ان کے حلیہ اور شکل میں زمین، آسمان کا فرق ہے، اور شرعاً بھی فرق ہے کہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ:

"الإجماع علی أنه یجزئ الجذعة من الضأن ، وأنه لایجزئ جذع من المعز"

یعنی''اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ قربانی میں بھیڑ کا جذعہ کفایت کرجائے گا، اور بکری کا جذعہ کفایت نہ کرے گا''

جب ان کی شکل اور حلیہ اور حکمِ شرعی میں تفاوت ہے، تو پھر زکاۃ اور قربانی میں ان کو برابر اور یک جنس کیوں قرار دیا گیا ہے''ماھو جوابکم عن ھذا الکلام ، فھو جواب عن الحنفیة ''(بھینس کی قربانی ایک علمی وتحقیقی جائزہ، ص۱۵۰و۱۵۱، دسویں فصل: بھینس کی قربانی سے متعلق علمائے کے فتاوی، ناشر: شعبہ نشر واشاعت، صوبائی جمعیت اہلِ حدیث، ممبئی، ہندوستان، سنِ اشاعت: ذوالقعدۃ ۱۴۳۷ھ، اگست 2016ء)

مذکورہ رسالہ میں علامہ مبارک پوری کے اس شبہ کا بھی مدلل جواب تحریر کیا گیا ہے، جوانہوں نے فقہ حنفی کی بعض عبارات سے قسم کے باب میں عرف کے مختلف ہونے کے اعتبار سے ذکر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو: بھینس کی قربانی ایک علمی وتحقیقی جائزہ، ص ۱۷۵، ناشر: شعبہ نشرواشاعت، صوبائی جمعیت اہلِ حدیث، ممبئی، ہندوستان، سنِ اشاعت: ذوالقعدۃ ۱۴۳۷ھ، اگست 2016ء)

اور اس سلسلہ میں مزید شبہات واعتراضات کے تفصیلی باحوالہ جوابات، مندرجہ بالا رسالہ میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ گائے کی قربانی کی طرح، بھینس اور بھینسے کی قربانی بھی بلاشبہ جائز ہے، اور بھینس اور بھینسے کی قربانی کی شرائط وہی ہیں، جو گائے کی قربانی کی شرائط ہیں۔

لہٰذا بھینس اور بھینسے کی قربانی میں شبہ نہیں کرنا چاہیے، اور بلاکھٹک اس کو انجام دینا چاہیے، اور بھینس اور بھینسے کی قربانی کو ناجائز، یا خلافِ احتیاط قرار دینے والوں کے قول کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ أعلم

محمد رضوان خان ۲۰/ ذوالقعدۃ/۱۴۴۳ھ 20/ جون/2022ء، بروز پیر

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط78 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ کی اپنے رب سے زیارت کی درخواست

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے''طور'' پر جانے کا جو وقت مقرر ہوا تھا، وہ اس کے مطابق وہاں پہنچے، تو اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کے ذریعے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں ہی کے ذریعے اپنی مخلوق سے کلام کرتا ہے، اس کے بعد حضرت موسیٰ کو اس بات کا اشتیاق ہوا کہ اپنے رب کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھیں، لہٰذا درخواست پیش کردی کہ اے رب مجھے اپنے دیدار کرادیجیے، میں آپ کی ذات پر یقین رکھتا ہوں اور ہم کلام بھی ہوا ہوں، اب یہ چاہتا ہوں کہ دیدار بھی کرلوں۔

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ اے موسیٰ! تم اس فانی دنیا کی کمزور آنکھوں سے مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے، اور نہ ہی تمہارے اندر مجھے دیکھنے کا تحمل ہے، لیکن تمہاری تسلی وتشفی کے لیے اتنا کرتا ہوں کہ اس پہاڑ پر اپنی تھوڑی سی تجلی کرتا ہو، پس تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو، جو تمہارے جسمانی وجود سے کہیں زیادہ قوی ہے، اور اس میں تحمل کی قوت بھی تم سے زیادہ ہے، اگر تجلی کے بعد یہ پہاڑ اپنی حالت پر قائم رہا، تو اس کا مطلب ہوگا کہ تمہارے اندر بھی مجھے دیکھنے کی طاقت موجود ہے، اور اگر پہاڑ جیسی قوی اور مضبوط چیز بھی اس کا تحمل نہ کرسکے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس چیز کا تحمل پہاڑ بھی نہ کرسکے، تو انسان جیسی کمزور چیز کیسے اس کا تحمل کرسکتی ہے۔

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ پر اپنی تجلی فرمائی، یعنی اس پر اپنے نور کی ایک جھلک ڈالی، تو اس تجلی کی وجہ سے وہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا، یعنی اس تجلی کی عظمت کی وجہ سے وہ پہاڑ پارہ پارہ ہوگیا، اور وہ زمین کے برابر ہوگا۔

اس ہیبت ناک منظر کو دیکھ کر حضرت موسیٰ، بے ہوش ہوکر گر پڑے، اس کے بعد جب حضرت موسیٰ

کو ہوش آیا، تو فرمانے لگے کہ اے اللہ! پاک ہے آپ کی ذات، میں توبہ کرتا ہوں آپ کی طرف اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔

یعنی میں آئندہ کے لیے توبہ کرتا ہوں کہ اس دارِ فانی میں آئندہ کبھی آپ کے دیدار کا سوال نہیں کروں گا، اور میں سب سے پہلے تیری عظمت اور جلال پر ایمان لانے والا ہوں۔

قرآن مجید کی سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَمَّا جَاءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَّخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۱۴۳)

ترجمہ: اور جب آئے موسیٰ ہمارے مقرر وقت پر، اور کلام کیا ان سے ان کے رب نے، تو عرض کیا کہ اے میرے رب! مجھے دکھا دیجئے کہ میں تجھے دیکھوں، فرمایا (اللہ نے) کہ تو ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتا، لیکن تو دیکھ پہاڑ کی طرف، پس اگر ٹھہرا رہا وہ اپنی جگہ، تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا، پس جب تجلی فرمائی اس کے رب نے پہاڑ پر، تو کردیا اس کو ریزہ ریزہ، اور گر پڑے موسیٰ بے ہوش ہوکر، پھر جب افاقہ ہوا، تو عرض کیا کہ پاک ہے آپ کی ذات، میں توبہ کرتا ہوں آپ کی طرف اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہوں (سورہ اعراف)

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ظاہری آنکھوں سے اللہ کو دیکھنے کی قدرت حاصل نہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے جلیل القدر نبی ''حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام'' کو فرمایا کہ ''لن ترانی'' لیکن حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کی درخواست کی، جس سے معلوم ہوا کہ رؤیتِ الٰہی عقلاً ممکن ہے، کیونکہ اگر عقلاً ناممکن ومحال ہوتی، تو حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اس کی درخواست نہ کرتے۔ [1]

---

[1] وكذلك يكون معنى قوله لموسى :(لن تراني)في الدنيا، ولأنه قد ثبت أن نفي الشيء لا يقتضي إحالته؛ بل قد يتناول المستحيل وجوده والجائز وجوده(شرح صحيح البخاري لابن بطال، ج١٠ ص ٤٦٢، باب قول تعالى وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رؤیتِ باری تعالیٰ کے متعلق علمی وتحقیقی ابحاث کے لیے، مفتی محمد رضوان صاحب مدظلۂ کی تصنیف ”رؤیتِ باری تعالیٰ“ (مشمولہ: علمی وتحقیقی رسائل، جلد4، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی) ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجلی کے لیے پہاڑ کو متعین فرمایا گیا، کیونکہ جہاں تک تحمل و برداشت کا تعلق ہے، تو مخلوقات میں پہاڑ اس صفت میں سب سے زیادہ متصف ہے، بڑے سے بڑے حادثے، بڑے سے بڑے دھماکے اور زلزلے کو برداشت کر لینا پہاڑوں ہی کا کام ہے، یہ صحیح ہے کہ بعض دفعہ ان میں بھی دراڑیں پڑ جاتی ہیں، لیکن وہ باقی مخلوقات کی طرح ان حوادث سے مسمار نہیں ہوتے، اب اگر پہاڑ بھی اپنی بے پناہ تحمل و برداشت کے باوجود ذات الٰہی کی معمولی تجلی کو بھی برداشت نہ کر پائے، تو انسان جسے بڑی محدود قوت برداشت عطا کی گئی ہے، وہ کیونکر اسے برداشت کرسکتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ورؤية الله عند الأشعرية وأهل السنة جائزة عقلا لأنه من حيث هو موجود تصح رؤيته وقررت الشريعة رؤية الله في الآخرة ومنعت من ذلك في الدنيا بظواهر الشرع فموسى عليه السلام لم يسأل محالا وإنما سأل جائزا وقوله لن تراني ولكن انظر إلى الجبل الآية ليس بجواب من سأل محالا وقد قال تعالى لنوح عليه السلام :فلا تسئلن ما ليس لك به علم إني أعظك أن تكون من الجاهلين فلو سأل موسى محالا لكان في الجواب زجر ما وتيأس، وقال الكرماني وغيره :في الكلام محذوف تقديره لن تراني في الدنيا، وقيل لن تقدر أن تراني، وقيل لن تراني بسؤالك، وقيل لن تراني ولكن ستراني حين أتجلى للجبل(البحر المحيط في التفسير لابنِ حيان الاندلسي، ج۵ص۱۶۲، سورة الاعراف)

[1] قال الله تعالى: " ولما جاء موسى لميقاتنا "أى في الوقت الذى أمر بالمجء فيه "وكلمه ربه "أى كلمه الله من وراء حجاب، إلا أنه أسمعه الخطاب، فناداه وناجاه، وقربه وأدناه.

وهذا مقام رفيع ومعقل منيع، ومنصب شريف ومنزل منيف، فصلوات الله عليه تترى، وسلامه عليه في الدنيا والأخرى.

ولما أعطى هذه المنزلة العلية والمرتبة السنية، وسمع الخطاب، سأل رفع الحجاب، فقال للعظيم الذى لا تدركه الابصار القوى البرهان: " رب أرني أنظر إليك قال لن تراني "ثم بين تعالى أنه لا يستطيع أن يثبت عند تجليه تبارك وتعالى، لأن الجبل الذى هو أقوى وأكبر ذاتا وأشد ثباتا من الإنسان، لا يثبت عند التجلي من الرحمن، ولهذا قال: " ولكن انظر إلى الجبل فإن استقر مكانه فسوف تراني "وفي الكتب المتقدمة: أن الله تعالى قال له: " يا موسى إنه لا يراني حي إلا مات، ولا يابس إلا تدهده ." (2)

وفي الصحيحين عن أبي موسى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: " حجابه النور – وفي رواية النار – لو كشفه لأحرقت سبحات وجهه ما انتهى إليه بصره من خلقه "(قصص الانبياء لابنِ كثير، ج۲ ص۱۱۱ الٰی ۱۱۷)

حکیم مفتی محمد ناصر

طب وصحت

احادیث میں گوشت کا ذکر

بعض احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حلال جانوروں کی اگلی دو ٹانگوں کا گوشت پسند تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دَستی کے گوشت کو اپنے دانتوں سے کاٹ کر اور نوچ کر تناول فرماتے تھے، جانوروں کی اگلی دو ٹانگوں کے گوشت کو آج کل دَستی کا گوشت کہا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَعْوَةٍ، فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً (بخاری، رقم الحدیث ۳۳۴۰، ورقم الحدیث ۴۷۱۲، وفیہ "فَنَهَشَ مِنْهَا نَهْشَةً"، ابن ماجہ، باب أطایب اللحم)

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے (جانور کی) دَستی (کا گوشت) پیش کیا گیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی کا گوشت مرغوب تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے نوچ نوچ کر کھانے لگے (بخاری، ابنِ ماجہ)

بعض احادیث میں حلال جانوروں کی پیٹھ یعنی کمر کے گوشت کو بہترین گوشت قرار دیا گیا ہے، جسے آج کل پُٹھ کا گوشت کہا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: أَطْيَبُ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۰۹۷، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۷۴۴، ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۳۰۸)[1]

---

[1] قال الحاکم: وَقَدْ رَوَاهُ رَقَبَةُ بْنُ مَصْقَلَةَ عَنْ هَذَا الْفَهْمِيِّ وَلَمْ يَنْسِبْهُ. وقال الذهبی: صحیح.
وقال الهیثمی: رواه الطبرانی فی الأوسط وفیه یحیی الحمانی وهو ضعیف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۷۹۸۵، باب ماجاء فی اللحم) وقال شعیب الارنؤوط: إسناده ضعیف.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پشت کا گوشت بہترین گوشت ہوتا ہے (حاکم، مسند احمد، ابنِ ماجہ)

اس روایت کو علامہ ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے، جبکہ علامہ ہیثمی اور دیگر بعض اہلِ علم نے ضعیف قرار دیا ہے۔

البتہ طبی اعتبار سے حلال جانوروں مثلاً اونٹ، بیل، گائے، بکرا، بکری، بھیڑ وغیرہ کی کمر یعنی پُٹھ کا گوشت طاقت بخش، اور مفید ہے۔

بعض احادیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بُھنا ہوا گوشت کھانا بھی ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَكَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – طَعَامًا فِي الْمَسْجِدِ، لَحْمًا قَدْ شُوِيَ، فَمَسَحْنَا أَيْدِيَنَا بِالْحَصْبَاءِ، ثُمَّ قُمْنَا فصلينا وَلَمْ نَتَوَضَّأْ

(ابن ماجه، رقم الحديث ۳۳۱۱، حديث صحيح)

ترجمہ: ہم نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں کھانا کھایا، جو بھنا ہوا گوشت تھا، پھر ہم نے اپنے ہاتھ کنکریوں سے صاف کئے، پھر ہم کھڑے ہوئے، اور ہم نے نماز پڑھی اور ہم نے وضو نہیں کیا (ابنِ ماجہ)

اس سے معلوم ہوا کہ گوشت کھانے کے بعد منہ دھوئے اور کُلّی کیے بغیر نماز پڑھنا درست ہے۔

عابس بن ربیعہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِعَائِشَةَ: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَرَّمَ لُحُومَ الْأَضَاحِيِّ حَتَّى بَعْدَ ثَلَاثٍ؟ قَالَتْ: " لَا، وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ يُضَحِّي منهن إِلَّا قَلِيلٌ، فَفَعَلَ ذَلِكَ لِيُطْعِمَ مَنْ ضَحَّى مَنْ لَمْ يُضَحِّ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نُخَبِّءُ الْكُرَاعَ مِنْ أَضَاحِيِّنَا، ثُمَّ نَأْكُلُهَا بَعْدَ عَشْرٍ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۷۰۷، حديث صحيح)

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانا حرام قرار دے دیا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ

نہیں، البتہ اس زمانے میں قربانی بہت کم کی جاتی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم اس لیے دیا تا کہ جس نے قربانی کی ہے، وہ اُن کو بھی (قربانی کا گوشت) کھلائیں، جنہوں نے قربانی نہیں کی، اور ہم نے وہ وقت دیکھا ہے جب ہم اپنی قربانی کے جانور کے پائے محفوظ کر کے رکھ لیتے تھے پھر اُن پایوں کو دس دن بعد کھاتے تھے (مسند احمد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

لَقَدْ كُنَّا نَرْفَعُ الْكُرَاعَ فَيَأْكُلُهُ رَسُولُ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – بَعْدَ خَمْسَ عَشْرَةَ مِنْ الْأَضَاحِيِّ (ابن ماجه، رقم الحديث ٣٣١٣، بخاری، رقم الحديث ٥٤٣٨، إسناده صحيح)

ترجمہ: ہم پائے سنبھال کر رکھ لیتے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے پندرہ دن بعد انہیں تناول فرماتے تھے (ابنِ ماجہ، بخاری)

ایک اور روایت میں ہے کہ:

إِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُرَاعَ، فَيَأْكُلُهُ بَعْدَ شَهْرٍ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٥٠٤٧، إسناده صحيح، رجاله ثقات)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پائے سنبھال کر رکھ لیتے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ بعد انہیں تناول فرماتے تھے (مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہلِ بیت کے ساتھ قربانی کے جانوروں کے پائے قربانی کے ایک ماہ بعد بھی تناول فرماتے تھے، گویا قربانی کے جانوروں کا گوشت، قربانی کے بعد دیر تک استعمال کرنے میں امت کے لئے سہولت ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ – ﷺ – قَالَ: " أُحِلَّتْ لَنا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ، فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ: فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ: فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ (ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٣١٤، بَابُ الْكَبِدِ وَالطِّحَالِ، مسند احمد، رقم الحديث ٥٧٢٣، حديث حسن)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے لیے دوطرح کے مُردار اور دو طرح کا خون حلال ہے، مُردار سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہے (کہ انہیں ذبح کرنے کی ضرورت ہی نہیں) اور خون سے مراد کلیجی اور تلی ہے (ابنِ ماجہ، مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حلال جانوروں کی کلیجی اور تلی کھانا حلال ہے۔

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا: اَلْمَرَارَةَ، وَالْمَثَانَةَ ، وَالْمَحْيَاةَ ، وَالذَّكَرَ ، وَالْأُنْثَيَيْنِ ، وَالْغُدَّةَ ، وَالدَّمَ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۹۴۸۰، دار الحرمین، القاهرة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکرے کی سات چیزوں کو مکروہ قرار دیا کرتے تھے پِتّہ، اور مثانہ، اور مادہ کی پیشاب گاہ، اور نر کی پیشاب گاہ، اور خصیتین (یعنی کپورے) اور غدود اور خون (طبرانی)

اہلِ علم حضرات نے اس حدیث کو سند کے لحاظ سے قابلِ استدلال قرار دیا ہے۔ [1]

ان سات چیزوں کے علاوہ حلال مذبوحہ جانور کی کوئی چیز جو گوشت کی قبیل سے ہو، جس میں کھال، کلیجی، گردے اور اوجھڑی بھی شامل ہیں، ممنوع نہیں، بلکہ جائز ہیں، لہٰذا حلال مذبوحہ جانور کی کھال، سری پائے، پنجے، کلیجی، گردے اور آنکھ، کان بلکہ اوجھڑی کھانا بھی بلا کراہت جائز ہے (جبکہ غلاظت سے اچھی طرح پاک وصاف کرلیا گیا ہو) البتہ اگر کسی کو طبعی طور پر یہ چیزیں یا ان میں سے کوئی چیز پسند نہ ہو، تو وہ الگ بات ہے، مگر کسی کے طبعی طور پر ناپسند ہونے سے اس کا شرعاً ممنوع یا مکروہ ہونا لازم نہیں آتا۔

آج کل بعض لوگ ذبح شدہ حلال جانور کی کھال، کلیجی، گردے اور بالخصوص اوجھڑی وغیرہ کو ناجائز یا ممنوع قرار دیتے ہیں، جو کہ درست نہیں۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام، مصنفہ: مفتی محمد رضوان صاحب، مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الاوسط وفيه يحيى الحماني وهو ضعيف (مجمع الزوائد ج۵ ص ۳۶) ولكن قال ابن معين في يحيى بن عبدالحميد بن عبد الرحمن بن ميمون بن عبد الرحمن الحماني: ثقة (كذافي تهذيب الكمال ج ۳۱ ص ۴۱۹ تا ۴۳۴)

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□...... 25شوال المکرّم،اور 3/ 10/ و17ذیقعدہ 1443ھ بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 20/ 27شوال المکرّم، اور5/ 12/ و19ذیقعدہ 1443ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 27/شوال، بروز اتوار، بعد عصر تا عشاء، ایک روزہ حج وعمرہ تربیتی کورس منعقد ہوا، جس میں مفتی محمد یونس صاحب، مفتی طلحہ مدثر صاحب اور بندہ محمد ناصر نے حج وعمرہ کے ارکان ومناسک کی تعلیم دی۔

□...... 4/ذوالقعدۃ، بروز ہفتہ، مفتی صاحب مدیر کا مع چند رفقائے ادارہ کے ساتھ، اپنے قدیمی رفیق جناب زاہد صاحب کے یہاں عشائیہ میں شرکت کے لئے جانا ہوا۔

□...... 2/ذوالقعدۃ، بروز جمعرات سے ادارہ غفران کے زیرِ انتظام، ہونے والی اجتماعی قربانی کے جانوروں کی خریداری کا آغاز ہوا، جس کے لئے ادارہ کی طرف سے تشکیل کردہ چند اراکین واحبابِ ادارہ نے پہلا سفر اوکاڑہ کا کیا، اور قربانی کے چند جانور خریدے، اوکاڑہ کے سفر کے بعد پنجاب کی مختلف مویشی منڈیوں، مثلاً بھلوال، خوشاب، گجرات وغیرہ سے جانوروں کی خریداری کا عمل جاری ہے، گزشتہ سال کی طرح امسال بھی روات کے علاقہ میں قائم ہونے والی ادارہ کی مخصوص اراضی میں جانوروں کے ذبح کے عمل کا نظم قائم کیا گیا ہے، جانوروں کے ذبح اور اُن کے گوشت کی پیکنگ کے بعد شرکائے اجتماعی قربانی، کے لئے اُن کے حصے، روات سے اور ادارہ غفران سے حاصل کرنے، اور کچھ شرکاء کو اُن کے حصے اُن کے گھروں تک پہنچانے کا نظم بنایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آنے والی قربانی واُضحیہ کے عمل کو بعافیت وسہولت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ادارہ غفران میں اجتماعی قربانی کی بکنگ کا سلسلہ جاری ہے، اور یکم جون 2022 سے بڑے اور چھوٹے جانوروں میں درجِ ذیل نرخوں کے اندر بکنگ ہورہی ہے:

ادنیٰ حصہ: 15000 روپے عام حصہ: 18,500 روپے

بکرا/دنبہ: 45,000 روپے

□...... 11/ذوالقعدۃ (11/جون) بروز پیر سے، تعمیرِ پاکستان سکول میں گرمیوں کی چھٹیوں کا آغاز ہوا، چھٹیوں سے پہلے طلبہ/طالبات کو گھروں میں کرنے کے لئے چھٹیوں کا کام بھی فراہم کیا گیا۔

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیامیں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات،حادثات وتغیرات

21/مئی/2022ء/19/شوال المکرّم/1443ھ: پاکستان: الیکشن کمیشن، PTI کے 25 منحرف ارکان کی اسمبلی رکنیت ختم 22/مئی: پاکستان: PTI کے راجہ ریاض قومی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر مقرر، سپیکر نے قواعد وضوابط وطریقہ کار 2007ء کے قاعدہ 39 کے تحت منظوری دی 23/مئی: پاکستان: حج اخراجات ساڑھے 7 لاکھ سے زیادہ نہیں ہوں گے، حکومت 24/مئی: پاکستان: حکومت کا مدت پوری کرنے، مشکل اقدامات کا فیصلہ، حکومت واتحادی متفق 25/مئی: پاکستان: سعودی عرب کا پاکستان کے لیے 3 ارب ڈالرز واپسی مدت میں توسیع کا عندیہ 26/مئی: پاکستان: سیاسی صورتحال، ڈالر 203 کی بلند ترین سطح پر پہنچ گیا 27/مئی: پاکستان: ای وی ایم، اوورسیز ووٹنگ ختم، نیب اختیارات محدود، ترمیمی بلز، قومی اسمبلی سے منظور پیٹرول، ڈیزل 30 روپے مہنگا 28/مئی: پاکستان: وزیر اعظم کا 28 ارب روپے کے ریلیف پیکج کا اعلان، غریب افراد کو 2 ہزار روپے ماہانہ ملیں گے 29/مئی: سعودی عرب: مکہ مکرمہ، سورج خانہ کعبہ کے عین اوپر، قبلے کی درست سمت کا تعین کرلیا گیا 30/مئی: پاکستان: بلوچستان، بلدیاتی انتخابات، آزاد امیدواروں کا پلڑا بھاری یکم/جون: پاکستان: صدر سے منظوری، گورنر پنجاب بلیغ الرحمان نے حلف اٹھالیا، کابینہ بھی تشکیل 2/جون: پاکستان: پاکستان، ترکی میں تعاون کے 7 سمجھوتے، وزیر اعظم شہباز شریف کا ترک صدارتی محل آمد پر پرتپاک استقبال، ترک صدر، وزراء، سرمایہ کاروں کمپنیز سربراہوں سے ملاقات 3/جون: پاکستان: پٹرول، ڈیزل مزید 30 روپے لٹر مہنگا، بجلی قیمت میں 7.91 روپے یونٹ اضافہ کرنے کی منظوری 4/جون: پاکستان: کفایت شعاری کے لیے سخت اقدامات شروع، وزراء، افسران کے مفت پیٹرول میں کٹوتی، سندھ 40 کے پی کے حکومت کا بھی کوٹا 35 فیصد تک کم کرنے کا اعلان 5/جون: سعودی عرب: 2 سال بعد غیر ملکی عازمینِ حج، سرزمینِ مقدس پہنچنا شروع 6/جون: پاکستان: بی جے پی رہنماؤں کا گستاخانہ بیان، عالمِ اسلام میں شدید غم وغصہ، پاکستان کا بھی احتجاج 7/جون: پاکستان: موسم شدید گرم رہنے کی پیشگوئی، ہیٹ ویو کا الرٹ جاری، 16 گھنٹے تک لوڈشیڈنگ جاری 8/جون: پاکستان: ہفتہ کی چھٹی، سرکاری فیول میں 40 فیصد کٹوتی، گاڑیوں کی خریداری، بیرون ملک دوروں، علاج پر پابندی، وزیر اعظم، وزراء کی سیکورٹی گاڑیوں میں 50 فیصد کمی، سرکاری دفاتر کے لیے فرنیچر ودیگر سامان کی خریداری بند 9/جون: پاکستان: اشیائے ضروریہ کی آن لائن مانیٹرنگ کے لیے پرائس ڈیش بورڈ کا افتتاح 10/جون: پاکستان: مالی سال 22-2021ء، جی ڈی پی، زراعت،

خدمات اور صنعتی شعبہ کے اہداف حاصل، مہنگائی، تجارتی خسارہ بے قابو، اقتصادی سروے ✍ 11 / جون : پاکستان: 9ہزار502ارب روپے حجم اور3798ارب روپے خسارے کا بجٹ پیش، تنخواہوں میں 15، پینشنز میں 5 فیصد اضافہ، سولر پینلز، زرعی آلات، بیج، ادویات سستی، سگریٹ، موبائل،گاڑیاں، جائیداد مہنگی ✍ 12 / جون : پاکستان: حج آپریشن، 5روز میں 8500عازمین حج سعودیہ پہنچ گئے ✍ 13 / جون : پاکستان: پاک فوج کے اعلیٰ سطحی وفد کا دورہ چین، دفاعی تعاون بڑھانے پر اتفاق ✍ 14 / جون : پاکستان: ڈالر205روپے کا ہوگیا، سٹاک مارکیٹ میں بدترین مندی، 1134پوائنٹس گرگئی ✍ 15 / جون : پاکستان: سندھ 1714ارب کا ٹیکس فری بجٹ، غریبوں کے لیے پیکج کا اعلان، تنخواہوں میں وفاق کی طرز پر اضافہ ✍ 16 / جون : پاکستان: پنجاب کا3226ارب کا بجٹ پیش، تنخواہوں میں15پنشنز میں5فیصد اضافہ، کم از کم اجرت 25ہزار روپے مقرر ✍ 17 / جون : پاکستان: پیٹرول 24، ڈیزل 59.16، مٹی کا تیل 39.49روپے لٹر مہنگا، ڈالر بے قابو، اوپن مارکیٹ میں 208روپے کا ہوگیا ✍ 18 / جون : پاکستان: ایف اے ٹی ایف، تمام شرائط پر عملدرآمد، پاکستان کو اکتوبر میں گرے لسٹ سے نکالنے کا فیصلہ، وفد پاکستان کا دورہ کرکے، شرائط کی تکمیل کی تصدیق کرے گا ✍ 19 / جون : پاکستان: پنجاب میں کاروبار رات 9 بجے بند کرنے کا فیصلہ ✍ 20 / جون : پاکستان: عالمی مارکیٹ خام تیل کی قیمت میں مزید کمی۔

ترتیب وپیشکش مولانا طارق محمود

ماہنامہ ''التبلیغ'' جلد نمبر19 (1443ھ) کی اجمالی فہرست

آئینۂ احوال

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
افغانستان میں دوبارہ طالبان کا غلبہ	مفتی محمد رضوان	شمارہ1ص3
کیا گیند، بلے کا کھیل اتنا ضروری ہوگیا؟	// //	شمارہ2ص3
بدترین مہنگائی اور پریشان حال عوام	// //	شمارہ3ص3
جفاکشی اور محنت کا زوال	// //	شمارہ4ص3
ظالم اور مظلوم کی مدد	// //	شمارہ5ص3
دینی وعصری علوم وفنون	// //	شمارہ6ص3
تبلیغ کے رنگ میں تحقیر	// //	شمارہ7ص3
سیاسی ماحول میں تصادم کی فضاء کا ایک اور جھونکا	// //	شمارہ8ص3
سیاسی فضاء میں جھوٹ وفریب کی کثرت	// //	شمارہ9ص3
ملک کی موجودہ سیاسی فضاء، اور اسلامی تعلیمات	// //	شمارہ10ص3
قربانی، عبادت، یا رسم	// //	شمارہ11ص3

درسِ قرآن

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
اہلِ کتاب کی گمراہ کن خواہش اور تلبیس وکتمانِ حق (سورہ آلِ عمران: قسط18)	مفتی محمد رضوان	شمارہ1ص6
بعض اہلِ کتاب کی مومنوں کو بہکانے کی تدبیر (سورہ آلِ عمران: قسط19)	// //	شمارہ2ص5

بعض اہلِ کتاب کی دیانت داری، بعض کی بد دیانتی (سورہ آلِ عمران: قسط20)	مفتی محمد رضوان	شمارہ3ص5
اہلِ کتاب کے ایک فریق کا اللہ پر جھوٹ باندھنا (سورہ آلِ عمران: قسط21)	// //	شمارہ4ص5
اللہ کا نبیوں سے میثاق لینا (سورہ آلِ عمران: قسط22)	// //	شمارہ5ص8
غیرِ اسلام کو تلاش کرنے اور ''کفر وارتداد'' کا وبال (سورہ آلِ عمران: قسط23)	// //	شمارہ6ص6
پسندیدہ چیز خرچ کیے بغیر ''بِــــرّ'' کا حصول ممکن نہیں (سورہ آلِ عمران: قسط24)	// //	شمارہ7ص7
روئے زمین پر ''اوّلِ بیت'' اور عبادت گاہ (سورہ آلِ عمران: قسط25)	// //	شمارہ8ص5
''بیتُ اللہ'' کے حج کی فرضیت (سورہ آلِ عمران: قسط26)	// //	شمارہ9ص8
اہلِ کتاب کا، آیات سے کفر اور اللہ کے راستے سے روکنا (سورہ آلِ عمران: قسط27)	// //	شمارہ10ص11
اللہ کی رسی کو جمع ہو کر پکڑنے، اور تفرُّق سے بچنے کا حکم (سورہ آلِ عمران: قسط28)	// //	شمارہ11ص5

﴿درسِ حدیث﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
اپنی خواہشات نبی کے تابع کرنے کا حکم	مفتی محمد رضوان	شمارہ1ص14
معتبر احادیث کی تبلیغ کی اہمیت وفضیلت	// //	شمارہ2ص16
برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط1)	// //	شمارہ3ص15
برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط2)	// //	شمارہ4ص16
برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط3)	// //	شمارہ5ص19
برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط4)	// //	شمارہ6ص17

برزخ وقبر کی حیات،اور جسم وروح کا تعلق(قسط5)	مفتی محمد رضوان	شمارہ7ص20
برزخ وقبر کی حیات،اور جسم وروح کا تعلق(قسط6)	// //	شمارہ8ص20
برزخ وقبر کی حیات،اور جسم وروح کا تعلق(قسط7)	// //	شمارہ9ص24
برزخ وقبر کی حیات،اور جسم وروح کا تعلق(قسط8)	// //	شمارہ10ص22
برزخ وقبر کی حیات،اور جسم وروح کا تعلق(قسط9)	// //	شمارہ11ص16

مقالات ومضامین

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ1ص20
نیکی کے متعلق اسلام کے تین بنیادی مطالبات(قسط:2)	مولانا شعیب احمد	شمارہ1ص27
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ2ص24
نیکیاں ضائع کرنے والے اعمال	مولانا شعیب احمد	شمارہ2ص34
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ3ص26
ذکرِ الٰہی کثرت سے کرنے کی تلقین	مولانا شعیب احمد	شمارہ3ص32
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ4ص29
ایک آسان عبادت	مولانا شعیب احمد	شمارہ4ص36
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ5ص27
توہینِ مذہب کے عنوان سے تشدد	مولانا شعیب احمد	شمارہ5ص36
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ6ص26
انسانی مجبوریوں کا بیوپار	مولانا شعیب احمد	شمارہ6ص35
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ7ص27
اخوتِ اسلامی کا تقاضہ...اخلاص وہمدردی	مولانا شعیب احمد	شمارہ7ص33
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ8ص27
خوش مزاجی...اسلامی تعلیمات کا حصہ	مولانا شعیب احمد	شمارہ8ص33

افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ9ص32
دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟	مولاناشعیب احمد	شمارہ9ص39
افادات وملفوظات	مفتی محمد رضوان	شمارہ10ص32
قبولیتِ دعاء کی مختلف صورتیں	مولاناشعیب احمد	شمارہ10ص47
حج اور قربانی کا فلسفہ	مولاناشعیب احمد	شمارہ11ص25

تاریخی معلومات

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
ماہِ جمادی الاخریٰ: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	مولاناطارق محمود	شمارہ1ص30
ماہِ رجب: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ2ص38
ماہِ شعبان: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ3ص35
ماہِ رمضان: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ4ص39
ماہِ شوال: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ5ص39
ماہِ ذوالقعدۃ: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ6ص38
ماہِ ذوالحجہ: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ7ص35
ماہِ محرم: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ8ص36
ماہِ صفر: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ9ص41
ماہِ ربیع الاول: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ10ص49
ماہِ ربیع الآخر: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات	// //	شمارہ11ص28

علم کے مینار

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
امت کے علماء وفقہاء (قسط7)	مفتی غلام بلال	شمارہ1ص32
امت کے علماء وفقہاء (قسط8)	// //	شمارہ2ص40

امت کے علماء وفقہاء (قسط9)	مفتی غلام بلال	شمارہ3 ص37
امت کے علماء وفقہاء (قسط10)	// //	شمارہ4 ص41
امت کے علماء وفقہاء (قسط11)	// //	شمارہ5 ص41
امت کے علماء وفقہاء (قسط12)	// //	شمارہ6 ص40
امت کے علماء وفقہاء (قسط13)	// //	شمارہ7 ص37
امت کے علماء وفقہاء (قسط14)	// //	شمارہ8 ص38
امت کے علماء وفقہاء (قسط15)	// //	شمارہ9 ص43
امت کے علماء وفقہاء (قسط16)	// //	شمارہ10 ص51
امت کے علماء وفقہاء (قسط17)	// //	شمارہ11 ص29

تذکرۂ اولیاء

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
عمر رضی اللہ عنہ کا عوام سے سلوک (تیسرا حصہ)	مولانا محمد ریحان	شمارہ1 ص36
عمر رضی اللہ عنہ کا عوام سے سلوک (چوتھا حصہ)	// //	شمارہ2 ص45
عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں مذہبی آزادی	// //	شمارہ3 ص42
عہدِ فاروقی میں مذہبی آزادی کی مثالیں	// //	شمارہ4 ص46
عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آمد و رفت اور رہائشی آزادی	// //	شمارہ5 ص46
عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آمد و رفت اور رہائشی آزادی	// //	شمارہ6 ص44
حضرت عمر کے دور میں ذمیوں کا جزیہ (پہلا حصہ)	// //	شمارہ7 ص43
حضرت عمر کے دور میں ذمیوں کا جزیہ (دوسرا حصہ)	// //	شمارہ8 ص44
حضرت عمر کے دور میں ذمیوں کا جزیہ (تیسرا حصہ)	// //	شمارہ9 ص48
عمر رضی اللہ عنہ کے اہلِ بیت سے تعلقات (پہلا حصہ)	// //	شمارہ10 ص55
عمر رضی اللہ عنہ کے اہلِ بیت سے تعلقات (دوسرا حصہ)	// //	شمارہ11 ص32

پیارے بچو!

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
غصے والا لڑکا	مولانا محمد ریحان	شمارہ 1 ص 39
نماز کا وقت	// //	شمارہ 2 ص 48
اللہ موجود ہے؟	// //	شمارہ 3 ص 47
دادا کی گھڑی	// //	شمارہ 4 ص 49
ٹوٹا ہوا برتن	// //	شمارہ 5 ص 49
بوڑھے دادا جی	// //	شمارہ 6 ص 47
اچھی دوستی	// //	شمارہ 7 ص 45
بھیڑیا آ گیا!	// //	شمارہ 8 ص 47
کچھ میٹھا!	// //	شمارہ 9 ص 51
دو بچوں کا کھیل	// //	شمارہ 10 ص 58
کیسے وہ جیتا؟	// //	شمارہ 11 ص 35

بزمِ خواتین

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
حضانت (پرورش) میں خواتین کے اختیارات (دوسرا حصہ)	مفتی طلحہ مدثر	شمارہ 1 ص 41
حضانت (پرورش) میں خواتین کے اختیارات (تیسرا حصہ)	// //	شمارہ 2 ص 50
حضانت (پرورش) میں خواتین کے اختیارات (چوتھا حصہ)	// //	شمارہ 3 ص 49
وراثت میں خواتین کے حقوق واختیارات (پہلا حصہ)	// //	شمارہ 4 ص 51
وراثت میں خواتین کے حقوق واختیارات (دوسرا حصہ)	// //	شمارہ 5 ص 51
وراثت میں خواتین کے حقوق واختیارات (تیسرا حصہ)	// //	شمارہ 6 ص 49
وراثت میں خواتین کے حقوق واختیارات (آخری حصہ)	// //	شمارہ 7 ص 47
امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (پہلا حصہ)	// //	شمارہ 8 ص 49

امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (دوسرا حصہ)	مفتی طلحہ مدثر	شمارہ9ص53
امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (تیسرا حصہ)	// //	شمارہ10ص60
امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (چوتھا حصہ)	// //	شمارہ11ص37

آپ کے دینی مسائل کا حل

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط7)	ادارہ	شمارہ1ص48
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط8)	// //	شمارہ2ص57
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط9)	// //	شمارہ3ص56
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط10)	// //	شمارہ4ص58
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط11)	// //	شمارہ5ص58
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط12)	// //	شمارہ6ص56
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط13)	// //	شمارہ7ص55
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط14)	// //	شمارہ8ص56
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط15)	// //	شمارہ9ص60
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط16)	// //	شمارہ10ص68
''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط17)	// //	شمارہ11ص45

کیا آپ جانتے ہیں؟

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
اجتماعی قربانی کا عمل	مفتی محمد رضوان	شمارہ1ص77
''آباءواجداد'' کی کورانہ تقلید کا وبال	// //	شمارہ2ص75
صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق جمہور اہلُ السنۃ کا موقف (قسط1)	// //	شمارہ3ص71

صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق جمہور اہل السنۃ کا موقف (قسط2)	مفتی محمد رضوان	شمارہ4ص73
صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق جمہور اہل السنۃ کا موقف (قسط3)	// //	شمارہ5ص76
صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق جمہور اہل السنۃ کا موقف (چوتھی وآخری قسط)	// //	شمارہ6ص75
صفاتِ باری تعالیٰ اور علامہ ابنِ تیمیہ	// //	شمارہ7ص71
قاضی امام ابو یوسف اور ''بشر مریسی''	// //	شمارہ8ص69
وعظ وتبلیغ میں غلو سے بچنے کا حکم	// //	شمارہ9ص76
مسجد جاتے وقت کی ایک دعاء کی سندی حیثیت	// //	شمارہ10ص78
''بھینس'' کی قربانی کا حکم	// //	شمارہ11ص55

﴿عبرت کدہ﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
فرعون کی لاش کی حفاظت، نشانِ عبرت کے طور پر	مولانا طارق محمود	شمارہ1ص82
بنی اسرائیل کی آزادی اور ان کی نعمتوں سے سرفرازی کا ذکر	// //	شمارہ2ص82
آزادی حاصل کرنے کے بعد بنی اسرائیل کا جرم	// //	شمارہ3ص83
ارضِ مقدسہ کا وعدہ اور بنی اسرائیل (حصہ اول)	// //	شمارہ4ص84
ارضِ مقدسہ کا وعدہ اور بنی اسرائیل (حصہ دوم)	// //	شمارہ5ص82
ارضِ مقدسہ کا وعدہ اور بنی اسرائیل (آخری حصہ سوم)	// //	شمارہ6ص82
بنی اسرائیل کی نافرمانی کا انجام	// //	شمارہ7ص85
بنی اسرائیل کے دیگر مطالبات اور آیاتِ بینات کا ظہور	// //	شمارہ8ص81
بنی اسرائیل کا ایک قسم کی خوراک سے تنگ آنا	// //	شمارہ9ص83
حضرت موسیٰ کا کوہِ طور پر اعتکاف	// //	شمارہ10ص83
حضرت موسیٰ کی اپنے رب سے زیارت کی درخواست	// //	شمارہ11ص72

﴿طب وصحت﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
''إِذْخِرْ''(ایک قسم کی خوشبودار گھاس)	حکیم مفتی محمد ناصر	شمارہ1ص86
''إِذْخِرْ''(Lemon Grass)کے طبی فوائد	// //	شمارہ2ص88
کھانے پینے کے حوالہ سے ایک بنیادی بات	// //	شمارہ3ص88
انڈا	// //	شمارہ4ص88
انڈا	// //	شمارہ5ص87
پیاز	// //	شمارہ6ص88
انجیر	// //	شمارہ7ص88
انجیر کے فوائد وخواص	// //	شمارہ8ص85
برف اور ٹھنڈا پانی	// //	شمارہ9ص88
حلال گوشت	// //	شمارہ10ص87
احادیث میں گوشت کا ذکر	// //	شمارہ11ص75

﴿اخبارِ ادارہ﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
ادارہ کے شب وروز	مفتی محمد ناصر	شمارہ1ص90
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ2ص90
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ3ص90
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ4ص90
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ5ص89
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ6ص90
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ7ص90

ادارہ کے شب وروز	مفتی محمد ناصر	شمارہ8ص87
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ9ص90
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ10ص89
ادارہ کے شب وروز	// //	شمارہ11ص79

﴿اخبارِ عالم﴾

عنوان	ترتیب/تحریر	شمارہ وصفحہ نمبر
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	مولانا غلام بلال	شمارہ1ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ2ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ3ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ4ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ5ص90
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ6ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ7ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ8ص88
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ9ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ10ص91
قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں	// //	شمارہ11ص80